قطرات

عبد اللہ شاہ

۱۹۰۳

بلالی اسٹیم پریس

انبالہ

حمد ـ ـ حمد غیر محدود اُس واجب الوجود منبع الجود قابل السجود کے واسطے کہ
جس نے کل کائنات کو بعد عدم کے موجود کردیا ۔ اور دور اخیر میں انسان کو ظاہر
فرماکر رتبہ میں سب سے اول کیا اور اس میں نفس و روح کی ایسی مدّ و جزر رکھی
جس کے باعث بے انتہا ترقیات ہوں سبحانہ ما اعظم شانہ ۔ اور درود
وسلام پیہم و مدام تا بہ یوم القیام اُس سرور کائنات فخر موجودات پر نازل ہوں جو
ظاہر میں جملہ انبیاء کے بعد پیدا ہوئے اور آپکے دین نے سب دینوں کو منسوخ
کردیا اور آپ کا طریقہ اقرب طرق الی اللہ اور جامع کمالات ہے اور در حقیقت
سب سے پہلے آپ ہی کا نور ہویدا ہوا اور اُسی کا یہ سب ظہور ہوا صلے اللہ علیہ و علیٰ
آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین الی یوم الدین ۔ اما بعد کمترین خلق اللہ بندہٗ عبد اللہ
عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہمعات
جو زبان فارسی میں ہے میری نظر سے گذری اور اُس کے مضامین معرفت آئین

میرے دل پر عجب طرح کا اثر ہوا۔ اور انواع و اقسام کے شبہات جو میرے دلمیں واقع تھے وہ رفع ہو گئے ایسی مختصر اور جامع اور بابرکات کتاب میں نے پہلے اس سے کوئی نہیں دیکھی تھی۔ اس میں سے بعض مضامین میں نے اپنے مخلص اخص گرامی منش خلیفہ حاجی مولابخش صاحب کو سُنائے کیونکہ اُن کو مجھ سے تعلق خاص ہے اور سب مخلصین میں سے مجھ کو اُن کے ساتھ زیادہ محبت ہے اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی معرفت و محبت کامل عطا فرماوے اور ثابت قدم رکھکر دارین میں درجات بلند بخشے آمین یارب العلمین۔ عزیز مذکور چونکہ زبان فارسی کی استعداد نہیں رکھتے ہیں اس واسطے وہ مصر ہوئے کہ ہمارے واسطے اس کتاب کو اُردو زبان میں ترجمہ کردے۔ چونکہ پاس خاطر اُن کا مجھکو منظور تھا لہذا میں نے اپنا کچھ وقت اس کے ترجمہ کرنے میں صرف کیا۔ اور بحمد اللہ تعالے عرصہ قلیل میں ترجمہ تیار ہو کر شاہد مقصود مسند نشین کرسی ظہور ہوا۔ اعتذار۔ چونکہ ترجمہ کے وقت مجھکو ایک نسخہ مطبوعہ لکھنو کے سوا اور کوئی نسخہ کتاب مذکور کا دستیاب نہیں ہوا اور جو نسخہ میرے پاس ہے بباعث کثرت اغلاط بعض جگہ اُس میں سے نفس مطلب کتاب کا سمجھنا بھی مشکل ہے پھر مضامین ایسے باریک اور لطیف ہیں کہ مجھ جیسے ہیچمدان کی فہم سے بہت بعید ہیں اور انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے علے الخصوص میرا وجود بے سود تو سراسر خطا در خطا اور نسیان در نسیان ہے ان وجوہ سے ممکن بلکہ اَمکن اور اکون ہے کہ اس میں اغلاط پائے جاویں مگر میں نے اپنی حتی المقدور صحیح ترجمہ کرنے میں بہت کوشش کی ہی اور حذف اور اثبات سے پرہیز کیا ہے البتہ مجبوری کے وقت کسی جگہ جو مضمون بالکل خبط ہونے لگا تو کوئی حرف یا کلمہ لگا دیا۔ اور اُس کو خط وحدانی کے ضمن میں لکھا بااینہمہ میں اپنی نادانی اور ہیچمدانی کا قائل اور مقر ہوں۔ پس اُمید ناظرین باصفا سے یہ ہے کہ اگر کسی جگہ سہو اور خطا پاویں تو عفو اور اصلاح کو کار فرماویں اور نکتہ چینی

کیواسطے انگشت نہ اُٹھائیں ع باکریماں کارہا دشوار نیست ۔ اور اگر دل
خوش ہوں تو مصنف علیہ الرحمۃ کیواسطے رفع درجات کی دعا فرماویں اور مترجم کے حق میں بھی
استغفار اور طلب نجات سے دریغ نہ فرماویں بیت ہر کہ خواند دعا طمع دارم ۔ زانکہ من بندۂ گنہگارم
اللھم اغفر لی ولوالدی ولاستاذی ولاشیاخی ولاتباعی ولاحبابی ولاولادی
ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمٰت الاحیاء منھم و
الاموات برحمتک یا ارحم الراحمین وصلے اللہ تعالیٰ علے سیدنا محمد و الہ
واصحابہ اجمعین ۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے اصل کتاب کا نام ہمعات رکھا تھا
میں نے اِس ترجمہ کا نام قطرات رکھا اور فہرست مضامین کی بدیں تفصیل ہے ۔

قطرہ پہلا ۔ خانوادوں کے حدوث اور اُن کے آثار اور تعداد کے بیان میں

قطرہ دوسرا ۔ تصوف کے تغیرات کے بیان میں +

قطرہ تیسرا ۔ باتفاق جملہ مشایخ سالک کے واسطے اول امر اتباع شریعت ہے
اعتقاداً اور عملاً +

قطرہ چوتھا ۔ بعد اتباع شریعت کے مطلوب سالک سے کثرت عبادات و اکتساب
اخلاق محمودہ اور اجتناب از رذایل ہے +

قطرہ پانچواں ۔ ترتیب اوراد اور وظائف کے بیان میں +

قطرہ چھٹا ۔ ذکر کرنے کا بیان اور اُس کے اقسام کا +

قطرہ ساتواں ۔ مراقبہ اور اُس کے اقسام کے بیان میں +

قطرہ آٹھواں ۔ سالک کو جو عوارض اور موانع پیش آتے ہیں ان کے علاج
کے بیان میں +

قطرہ نواں ۔ طریق جذب اور اس کے ابتدائی اور انتہائی علامات اور طریق سلوک
اور نسبت طہارت کا بیان +

میرے دل پر عجب طرح کا اثر ہوا۔ اور انواع و اقسام کے شبہات جو میرے دلمیں واقع تھے وہ رفع ہو گئے ایسی مختصر اور جامع اور بابرکات کتاب میں نے پہلے اس سے کوئی نہیں دیکھی تھی۔ اس میں سے بعض مضامین میں نے اپنے مخلص خاص گرامی منش خلیفہ حاجی مولابخش صاحب کو سُنائے کیونکہ اُن کو مجھ سے تعلق خاص ہے اور سب مخلصین میں سے مجھ کو اُن کے ساتھ زیادہ محبت ہے اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی معرفت و محبت کامل عطا فرماوے اور ثابت قدم رکھکر دارین میں درجات بلند بخشے آمین یارب العلمین۔ عزیز مذکور چونکہ زبان فارسی کی استعداد نہیں رکھتے ہیں اس واسطے وہ مصر ہوئے کہ ہمارے واسطے اس کتاب کو اُردو زبان میں ترجمہ کردے۔ چونکہ پاس خاطر اُن کا مجھکو منظور تھا لہذا میں نے اپنا کچھ وقت اِس کے ترجمہ کرنے میں صرف کیا۔ اور بحمد اللہ تعالےٰ عرصہ قلیل میں ترجمہ تیار ہو کر شاہد مقصود مسند نشین کرسی ظہور ہوا۔ اعتذار۔ چونکہ ترجمہ کے وقت مجھکو ایک نسخہ مطبوعہ لکھنو کے سوا اور کوئی نسخہ کتاب مذکور کا دستیاب نہیں ہوا اور جو نسخہ میرے پاس ہے بباعث کثرت اغلاط بعض جگہ اُس میں سے نفس مطلب کتاب کا سمجھنا بھی مشکل ہے پھر مضامین ایسے باریک اور لطیف ہیں کہ مجھ جیسے ہیچمدان کی فہم سے بہت بعید ہیں اور انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے علے الخصوص میرا وجود بے سود تو سراسر خطا در خطا اور نسیاں در نسیان ہے ان وجوہ سے ممکن بلکہ امکن اور اکون ہے کہ اس میں اغلاط پائے جاویں مگر میں نے اپنی حتی المقدور صحیح ترجمہ کرنے میں بہت کوشش کی ہی اور حذف اور اثبات سے پرہیز کیا ہے البتہ مجبوری کے وقت کسی جگہ جو مضمون بالکل خبط ہونے لگا تو کوئی حرف یا کلمہ لگا دیا۔ اور اُس کو خط وحدانی کے ضمن میں لکھا باانیہمہ میں اپنی نادانی اور ہیچمدانی کا قائل اور مقر ہوں۔ پس اُمید ناظرین باصفا سے یہ ہے کہ اگر کسی جگہ سہو اور خطا پاویں تو عفو اور اصلاح کو کار فرماویں اور تحسین

کیواسطے انگشت نہ اُٹھائیں ع باکریماں کارہا دشوار نیست - اور اگر دل خوش ہوں تو مصنف علیہ الرحمۃ کیواسطے رفع درجات کی دعا فرماویں اور مترجم کے حق میں بھی استغفار اور طلب نجات سے دریغ نہ فرماویں بیت ہر کہ خواند دعا طمع دارم - زانکہ من بندۂ گنہگارم
اللھم اغفرلی ولوالدی ولاستاذی ولاشیاخی ولاتباعی ولاحبابی ولاولادے ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمٰت الاحیاء منھم و الاموات برحمتک یا ارحم الراحمین وصلے اللہ تعالیٰ علے سیدنا محمدؐ و الہٖ واصحابہٖ اجمعین - مصنف علیہ الرحمۃ نے اصل کتاب کا نام ہمعات رکھا تھا میں نے اس ترجمہ کا نام قطرات رکھا اور فہرست مضامین کی بدیں تفصیل ہے -

قطرہ پہلا - خانوادوں کے حدوث اور اُن کے آثار اور تعداد کے بیان میں

قطرہ دوسرا - تصوف کے تغیرات کے بیان میں +

قطرہ تیسرا - باتفاق جملہ مشائخ سالک کے واسطے اول امر اتباع شریعت ہے اعتقاداً اور عملاً +

قطرہ چوتھا - بعد اتباع شریعت کے مطلوب سالک سے کثرت عبادات و اکتساب اخلاق محمودہ اور اجتناب از رذایل ہے +

قطرہ پانچواں - ترتیب اوراد اور وظائف کے بیان میں +

قطرہ چھٹا - ذکر کرنے کا بیان اور اُس کے اقسام کا +

قطرہ ساتواں - مراقبہ اور اُس کے اقسام کے بیان میں +

قطرہ آٹھواں - سالک کو جو عوارض اور موانع پیش آتے ہیں ان کے علاج کے بیان میں +

قطرہ نواں - طریق جذب اور اس کے ابتدائی اور انتہائی علامات اور طریق سلوک اور نسبت طہارت کا بیان +

آغاز کتاب - حمد ہے اُس خدا تعالیٰ کی جس نے اپنے بندوں میں سے ایک گروہ کو خاص اپنی ذات پاک کی معرفت کے لئے پیدا کیا اور اُن کو برگزیدہ کیا اور بشریت کی پستی سے ملکوت کی بلندی تک بڑھایا اور اونچے چڑھایا - پھر اُنکی جڑ و بنیاد کو اُکھاڑ[1] کر وجود بشری کو فنا کر دیا - اور اپنے بخشے ہوئے وجود کا خلعت پہنا کر اُن کو باقی کیا اور اُن کو وہ نعمتیں دی کہ بجز اُن کے کسی آنکھ نے نہ دیکھی اور کسی کان نے نہ سُنی اور نہ کسی مومن کے دل پر اُن کا خطرہ گذرا - پس اُن کو طرح طرح کے آثار اور اقسام اقسام کی کرامات ظاہر ہوئیں یہ کتنی بڑی بزرگی اُن کو عطا ہوئی کہ اُن کے حق میں فرمایا کہ مجھ[2] سے چلتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے اور اسی طرح کے الفاظ اور اُن کو سب میں سے چھانٹ لیا - اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے - اُس کا کوئی شریک نہیں ہے تمام مخلوق کا آقا اور خالق ہے - اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسول برحق ہیں اور سب رسولوں سے افضل اور بزرگ تر ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر اور اُن کی آل واصحاب پر بقدر اُن کے فضل کے درود بھیجے اور برکت اور سلام نیز اُن لوگوں پر جنہوں نے نیکی کرنے میں اُن کی اتباع کی اور اُن کے طریقہ پر چلے درود اور سلام ہو جیو - بعد حمد اور صلوٰۃ

---

[1] اس موقع پر اصل کتاب میں لفظ انجذ مبتنیھم مشکوک الحقیقہ ہے دوسرا نسخہ موجود نہیں شاید اس میں ناسخ کی غلطی ہے ترجمہ تخمینی کیا گیا - ۱۲

[2] مشکوٰۃ شریف میں بخاری سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرا بندہ بذریعہ نوافل کے مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب اُس سے محبت کرتا ہوں تو اُس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے سنتا ہے اور اُس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اُس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے پکڑتا ہے اور اُس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے چلتا ہے - ۱۲ منترجم -

کے کہتا ہے اضعف عباد اللہ الکریم ولی اللہ بن عبدالرحیم اللہ تعالیٰ اُن دونوں کا
آرامگاہ جنت نعیم اور بہشت مقیم کرے۔ کہ یہ چند کلمات ہیں جو بطور الہام کے
میرے دل پر نازل ہوئے ہیں تاکہ میرے لیئے اور میرے متعلقین کے لئے سلوک
طریق مستقیم میں دستور العمل ہوں اور اُس نسبت کا نمونہ ہوں جو کہ حضرت وہاب نے
میرے دل میں ودیعت رکھی ہے اور وہ طریقہ ظاہر ہوجاوے کہ جس کی طرف
اُس نے رہنمائی کی ہے اور میں اللہ تعالیٰ عزشانہ سے امید کامل رکھتا ہوں جو
کہ علام الغیوب ہے کہ اپنے بندے کے دل اور زبان کو اس امر سے محفوظ رکھے
کہ جو خطرات کہ وساوس شیطانی سے پیدا ہوتے ہیں یا جو مقدمات فکریہ کہ ترتیب
دلایل سے حاصل ہوتے ہیں یا وہ علوم سننے اور سیکھنے سے حاصل ہوتے ہیں میرے
دل پر ہجوم کریں اور الہام کے ساتھ مل جاویں۔ اور حق و باطل مخلوط ہوکر مشتبہ
ہوجاوے۔ اور مجھ کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان مقدمات کے فائز کرنے سے
صرف میری ہی تکمیل اور تعلیم مقصود نہیں ہے بلکہ تمام ملت مصطفویہ صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم میں نفع پھیلانا بھی مقصود ہے۔ ذالکؔ من فضل اللّٰہ علینا وعلی الناس
ولکن اکثر النّاس لایشکرون اور میں نے اس کتاب کا نام **ہمعات**
رکھا ہے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ **پہلا قطرہ** جاننا چاہیئے
کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے جو حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرکے خلقت
کے واسطے مبعوث فرمایا تو آپ کے دین کی حفاظت کے واسطے اپنی مدد اور
عنایت کو مصروف فرمایا جیساکہ ارشاد فرمایا وانالہ لحافظون ہ **ترجمہ**
اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔ تاکہ آپ کا دین سب دینوں پر غالب رہے
اور اشاعت دین سے جو مقصود ہے یعنی تمام دنیا کی نفوس کی تہذیب اور مظالم

ؔ ہم پر اور لوگوں پر یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ ۱۲۔

باہمی کو ان میں سے مٹانا وغیرہ ذلک بوجہ اتم حاصل ہو۔ چونکہ دین محمدی کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر دین تو یہ ہے کہ جن امور میں مصلحت خلق ہدی کی ہو ان کی صورتیں اور ان کے ظن کے موقع مقرر کرنے اور ان کی وقتوں اور حالتوں اور مقداروں کو معین کرنا اور ان کے پھیلانیکی تاکید کرنا۔ اور ان میں تغیر و تبدل کرنے سے روکنا وغیر ذلک۔ اور باطن دین یہ ہے کہ جس طرح پر ظاہر صورت طاعات ادا کی جاوے اُسی طرح اُن کے انوار اور آثار بھی حاصل کئے جاویں۔ لہذا مدد الٰہی بھی دو قسم کی ہوئی۔ اور جبکہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے عالم علوی میں انتقال فرمایا تو آپ کے وارثوں میں بموجب اُن کی استعداد کے خدا تعالیٰ کی نگہبانی کے وعدے نے ظہور فرمایا پس ایک فرقہ تو موافق استعداد ازلی کے حفظ ظاہر کا مخزن ہوا۔ اور وہ فقہا اور محدثین اور غزاۃ اور قرا ہیں کہ ہر ایک زمانے میں ان لوگوں نے دین کی تحریف کے روکنے میں سعی بلیغ کی اور اہلِ اسلام کو دین کے حاصل کرنے کی رغبت دلا کر مستعد کیا اور ہر ایک صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا رہا جس کے بیان کرنیکا یہ موقع نہیں ہے اور ایک فرقہ موافق اپنی استعداد ازلی کے حفظ باطن کا مخزن ہوا جس کو احسان کہتے ہیں تاکہ یہ فرقہ ہر ایک زمانہ میں اہل زمانہ کا مرجع ہوں اور ان کو انوار طاعات اور حلاوت عبادات اور اخلاق فاضلہ کے حاصل کرنے میں رہنمائی کریں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر زمانہ میں اولیاء اللہ میں سے ایک مرد پیدا ہوتا ہے کہ دین کا باطن اور مغز جو احسان ہے اُس کے قائم کرنے اور پھیلانے کیواسطے اللہ تعالےٰ کی عنایت اُس کے اندر ظہور فرماتی ہے۔ اور اُس کام کا سرانجام اُن کے ہاتھ سے ہوتا ہے

شعر

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں ✦ مصلحت را تہمتے بر آہوئی چیں بستہ اند

ترجمہ مشک افشانی تیری زلفیں کریں پر یار لوگ ✦ تہم کرتے ہیں آہو کو برائے مصلحت

پس جس وقت یہ بات اولیاء اللہ میں سے کسی میں ظاہر ہوتی ہے تو اُس کے ظہور کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ لوگوں میں اُس کی رفعت شان ہوتی ہے اور خلایق کے قلوب اُس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اُس کا ذکر جمیل اُن میں پھیل جاتا ہے اور ملت مصطفویہ میں سے جو وظائف کہ اُن لوگوں کی طبیعت کے مناسب ہوتے ہیں اُن کا شغل کرنا اُس کے قلب میں الہام ہوتا ہے اور اُس کی صحبت اور گفتگو میں ایک طرح کا جذب اور تاثیر رکھی جاتی ہے اور طرح طرح کی کرامات اُس سے صادر ہوتی ہیں مثلاً کشف حالات اور اشراف خواطر اور استجابت دعا اور خلقت میں خدا تعالیٰ کی قوت کے ساتھ تصرف کرنا اور مثل اُن کے اور افعال۔ اور اس کے پاس طالبوں کے جمع ہونے اور اشغال و اوراد کی ترتیب و تعین وغیرہ میں اس مقام کے مقتضار کے موافق اُس کے روشن واقع ہونے کے سبب سے ایک خانوادہ مقرر اور پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ اُس خانوادہ میں سلوک کرتے ہیں اور جلد کامیاب ہو جاتے ہیں اور اُس خانوادہ کا خیر خواہ اور مددگار ہمیشہ کامیاب اور فتحمند ہوتا ہے اور اُن کا بدگو اور بدخواہ ہمیشہ ذلیل اور خوار ہوتا ہے اور عوام اور خواص کے دلوں میں اُس جماعت کا رعب ہوتا ہے اور دہشت چھا جاتی ہے اور الہام و تصرف کی قسم سے ایسے اسباب غیبی پیش آتے ہیں کہ جن کے باعث سے اس خانوادہ میں لوگوں کا اجتماع اور کثرت ہو جاتی ہے اُس وقت تک کہ عنایت الٰہی کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو اور وہاں قرار پکڑے اور دوسرا خانوادہ پیدا کرے پس بعد اس کے پہلا خانوادہ ایک جسم رہجاتا ہے بے روح کے اور سلوک ہو جاتا ہے بے جذب کے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف مواضع میں متعدد قطب پیدا ہو جاتے ہیں (جو اپنی اپنی جگہ میں مرجع خلایق ہوتے ہیں) اور یہ جو مشہور ہے کہ فلاں طریقہ اقرب الی اللہ ہے اور اس میں جذب ہی درحقیقت جبتک کسی خانوادہ کی طرف عنایت ایزدی

مبذول رہتی ہے تو اسی کے باعث وہ اقرب ہوتا ہے اور اس میں جذب رہتا ہے اس میں خصوصیت کسی خانوادے کی نہیں ہے جیسا ایک حوض پُرآب میں ستاروں کی صورتیں نظرآتی ہیں۔ اگر ہزار دفعہ اُس پانی کو بدل دیا جاوے تب بھی وہ صورتیں برابر نظرآتی رہیں گی۔

بیت

دمبدم گر شود لباس بدل　　　　مرد صاحب لباس راچہ خلل

ترجمہ۔ دمبدم گر لباس ہووے بدل۔ کچھ نہیں ذو لباس کو ہے خلل + لیکن ہر زمانہ میں اقطاب اور اُن کی حوارئین ایسے کلام کرتے ہیں جس سے اُن کے خانوادے کی ترجیح دوسرے خانوادوں پر ثابت ہوتی ہے اور اپنے طریقہ کو اقرب طرق بتاتے ہیں اور وہ اس مقولہ میں صادق بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اُسی طرح سے جیسا ہم نے بیان کیا (یعنی بباعث توجہ وعنایت ایزدی کے نہ بوجہ خصوصیت خانوادہ کے) پس تم اس راز کو سمجھ لو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ خانوادے بہت ہیں اور بہت تھے اور بہت ہوں گے۔ اُن کا حصر نہیں ہوسکتا۔ بعض خانوادہ اُن میں سے ایسا ہوتا ہے کہ وہ کوئی جدید خانوادہ نہیں ہے بلکہ کسی دیرینہ خانوادہ کو زندہ کرتا ہے۔ جو بباعث پُرانا ہوجانے اور اُس کے اہل کمال کے گذرجانے کے گم ہوگیا تھا۔ اب اس خانوادہ نے آکر اُسی پہلے طریقہ مفقودہ کو ازسرِنو زندہ کردیا اور بعض ایسا ہے کہ اُس میں چند خانوادوں کے ماحصل کو جمع کردیا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اگرچہ صاحب اُس کا باعتبار خرقہ اور بعیت کے کسی قوم کی طرف منسوب ہے لیکن اُس نے اپنا طریقہ بالکل جدید پیدا کرلیا ہے۔ اور یہ جو بعض اشخاص نے چودہ خانوادے شمار کئے ہیں مثلاً۔ زیدیان اور عیاضیان اور ادھمیان اور ہبیریان اور چشتیان اور جنیدیاں اور گازرونیان وغیرہ اور بعضوں نے کہا ہے کہ بارہ ہیں جن میں سے دس مقبول ہیں۔ مثلاً جنیدیہ اور حکمیہ اور نوریہ اور طیفوریہ وغیرہ

سو حقیقت حال یہ ہی کہ ہر شخص نے اپنے زمانیکے موافق بات کہی ہے۔ پھر اُن کے زمانیکے بعد اور خانوادے پیدا ہوگئے ہیں۔ جیساکہ جامیہ اور قادریہ اور اکبریہ اور سہروردیہ اور کبرویہ اور ریسویہ اور خانوادہ خواجگان اور خانوادہ معینہ کہ دراصل ہند میں طریقہ چشتیہ کو زندہ کرتا ہے اور نقشبندیہ کہ درحقیقت خانوادہ خواجگان کو زندہ کرتا ہے اور احراریہ کہ خانوادہ نقشبندیہ کو زندہ کرتا ہے اور اس کے بعد اور بھی خانوادے ہوئے ہیں جیساکہ قدوسیہ منسوب بشیخ عبدالقدوس گنگوہی اور غوثیہ منسوب بشیخ محمد غوث گوالیری اور باقویہ منسوب بخواجہ محمد باقی اور احمدیہ منسوب بشیخ احمد سہرندی اور حسینیہ منسوب بشیخ آدم بنوری اور علائیہ منسوب بامیر ابوالعلاء اور اُن کے سوا بہت سے خانوادے ہیں جن میں سے بعض کا اثر باقی ہے اور بعض کا نہیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ شانہ نے جو اس ضعیف پر بہت سے احسان کئے ہیں۔ ازاں جملہ یہ ہے کہ مجھ کو ظاہر کے طور سے ان تمام خانوادوں کے ساتھ یا ان میں سے اکثر کے ساتھ ارتباط حاصل ہے چنانچہ انفاس العارفین میں میں نے اُس کا کسی قدر بیان کیا ہے اور جو شخص خانوادوں کے حال سے واقف ہے وہ کلام مذکور سے بعض خانوادوں کا ارتباط معلوم کرسکتا ہے چنانچہ مداریہ کا بواسط شیخ حسام الدین مانک پوری کے جو شیخ بدیع الدین مدار کے مرید ہیں اور جلالیہ اور گازرونیہ وغیرہ کا بواسطہ مخدوم جہانیاں کے اور جامیہ کا بواسطہ خواجہ مودود چشتی کے اور ریسویہ کا بواسطہ خواجہ نقشبند کے اور باعتبار باطن کے ان تمام کی ارواح سے مدتوں تک ہمیشہ میری روح پر فیض پہنچتا رہا یہانتک کہ میں نے ہر ایک فریق کی نسبت کو جدا جدا معلوم کرلیا۔ اور یہ بات ایسی نہیں ہے کہ جس کا احاطہ اس کلام استتباعی اور ضمنی میں ہوسکے لیکن منظور یہ ہے کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ یعنی تمام حاصل نہ ہو تو بالکل متروک بھی نہ کیا جاوے +

قطرہ دوسرا۔ اِس فقیر کو غیب سے اطلاع دی گئی ہے کہ تصوف کے طریقہ میں بڑے تغیرات چار ہیں جو مذکور ہوتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے وقت میں اور اس کے بعد چند قرنوں تک اہل کمال کی توجہ اور ان کا قصد اصلی ظاہر شرع کی طرف تھا اور سب مراتب اس میں مخفی تھے پس اُن کا احسان (یعنی کمال باطنی) یہ تھا کہ نماز روزہ اور ذکر اور تلاوت اور حج اور صدقہ اور جہاد وغیرہ اعمال ادا کریں۔ اُن میں سے کوئی شخص ایک گھنٹہ کے واسطے مراقبہ میں نہیں بیٹھتا تھا اور اذکار و اعمال سے علیحدہ کر کے خالص حضوری کی نسبت کو بتامہا اپنی بصیرت باطنی کا ملحوظ نہیں بناتا تھا تاکہ خالص اُس کی تربیت میں سعی کرے۔ البتہ جو محققین تھے ذکر اور نمازمیں مناجات کی حلاوت پاتے تھے۔ اور تلاوت قرآن شریف سے نصیحت پذیر ہوتے تھے اور بخل کی اذیت سمجھ کر اور اشتغال بغیر اللہ سے غیرت کھا کر زکوٰۃ و صدقات دیتے تھے۔ اور اسی طرح دیگر اعمال کو اخلاص کے ساتھ ادا کرتے تھے اور کوئی شخص اُن میں سے (صوفیوں کی طرح) نہ بیہوش ہو جاتا تھا نہ حال کھیلتا تھا نہ کپڑے پھاڑتا تھا اور نہ کلمات شطحیات زبان پر لاتا تھا اور نہ تجلی و استتار وغیرہ حالات سے خبر دیتا تھا اُن کو بہشت کی رغبت تھی اور دوزخ سے ڈرتے تھے۔ اور کشف اور خوارق عادات اور سکر اور غلبات اُن سے بہت کم ظاہر ہوتے تھے اور جو کچھ ظاہر ہوئے ہیں۔ گمان یہ ہے کہ وہ بطور اتفاقات کے ظاہر ہوئے ہیں ایسے نہیں کہ اپنے ملکہ سے قصداً ظاہر ہوں۔ بلکہ اصل ایمان میں جن اشیا پر یقین لانا ضروری ہے اُس کے مستحضر کرنے کے واسطے تھے چنانچہ اُن میں سے کسی کا قول ہے۔ الطبیب امرضنی یعنی مجھ کو طبیب نے مریض کیا ہے اور ان کے حالات قریب اُس کے ہیں کہ عامہ مومنین کو بطور فراست کے یا خواب میں کچھ معلوم

ہو جاتا ہے اس طبقہ کے اکثر حالات اسی طرح پر ہیں الا ماشاء اللہ۔ پھر حضرت
سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اور اُن سے ذرا پیشتر اور
طرح کے رنگ کا فیضان ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ عامہ مومنین تو اُسی پہلی حالت پر قائم رہے
جس کا ذکر ہو چکا اور خاص لوگوں نے بڑے مجاہدے اور سخت محنت کر کے اور
دنیا سے بالکل انقطاع کر کے اور شغل دائمی اختیار کر کے اور ہی کیفیات حاصل کیں
اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ جو دل کے تعلق کی نسبت تھی بالاصالہ اُس نسبت کی
طرف توجہ کی اور اس کی تربیت میں مشغول ہو گئے اور مدتوں تک سر نیچا کر کے
مراقبہ کرتے رہے اور تجلی اور استتار اور انس اور وحشت کے احوال اُن پر
اچھی طرح واضح طور پر ظاہر ہوئے اور ان حالات کو اُنہوں نے نکات اور اشارات
میں بیان کیا اور اس گروہ میں صادق تریں وہ شخص تھا کہ بجز اپنے حالات
موجودہ کے اور کچھ بیان نہ کرے اور یہ لوگ سماع کی طرف راغب ہوئے اور
بیہوش ہو جانا اور کپڑے پھاڑنا اور ناچنا ان میں پیدا ہوا اور اشراف برخواطر
اور فراسات کے کلمات (یعنی لوگوں کے دلی خیالات کا کہہ دینا اور اپنی سمجھ بوجھ
سے مخفی اشیاء کو بتا دینا) ان سے عمل میں آیا۔ خلق سے منقطع ہو کر پہاڑوں اور
جنگلوں میں بھاگتے تھے اور ماکولات میں سے گھاس اور درختوں کے پتوں پر
قناعت کرتے تھے اور ملبوسات میں سے گدڑی پر اور نفس و شیطان کے
فریبوں کو اور دنیا کی آفتوں کو پہچانتے تھے اور نفس کے ساتھ مجاہدہ کرتے تھے
اور ان کا اخلاص یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کریں نہ بطمع جنت و نہ از خوف
دوزخ بلکہ محض اُس کی محبت کے باعث اور یہ جو صوفیہ نفس ناطقہ کو حقیقۃ الحقایق
کی طرف جمع کرتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگا جاوے اور حدوث پر
قدم غالب آجاوے جس کو اُن کی اصطلاح میں توجہ بوجہ خاص کہتے ہیں یہ توجہ بوجہ

خاص اُس زمانہ میں خالص نہ تھی بلکہ یہ اور وہ مخلوط ہوتی تھی۔ اُس زمانے کے
مشایخ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ اُسکو توجہ بوجہ خاص ایسی طرح چشم بصیرت کے
سامنے ہوگئی ہو کہ ہمیشہ وہاں سے کہے اور اُسی کی طرف اشارہ کرے اور وہاں
راہ سلوک مقرر کرے بلکہ عبادات کے انوار غالب رہتے تھے اور یہ بات بجلی
کی طرح گذر جاتی تھی **شعر**

شب خیال[1] طرۂ شوخی بدل پیچید و رفت ساعتِ ہمچوں شب قدر از برم جوشید و رفت

پہر سلطان الطریقہ حضرت شیخ ابوسعید بن ابی الخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ
علیہما کے زمانے میں اور طرح کا فیضان ہوا۔ پس خواص اور عام مومنین تو اپنے
اپنے اعمال پر قائم رہے اور خاصۃ الخاص کو ایک جذب حاصل ہوا کہ جس کے ذریعہ
سے اُن کو توجہ بوجہ خاص کے اور جو ذات کہ قیوم اشیا ہے اُس کے سامنے
اپنے وجود کی صحت کو پارہ پارہ کردینے کی اور اُس میں فنا ہونے کی اور اُسی کے
رنگ میں رنگا جانے کی راہ حاصل ہوئی پس یہ حضرات اوراد و اشغال کی طرف
چنداں مشغول نہ ہوئے اور سخت مجاہدوں اور نہایت مشقت کی اُنھوں نے
پروا نہ کی اور نہ نفس دنیا کے مکاید پہچاننے کی پروا کی اُن کی تمام ہمت اس توجہ
کی طرف تھی کہ اُس کی تکمیل کریں اور یہ لوگ تمام نسبتوں کو حجب نورانی کہتے تھے
اُس زمانے میں توحید شہودی توحید وجودی سے متمیز نہ تھی بلکہ غرض اصلی
نفس کے اضمحلال کی کیفیت کا حاصل کرنا تھا نہ تحقیق حقایق نفس الامریہ کی علی
ما ہی علیہ۔ پہر بعد اُس کے شیخ اکبر محی الدین بن العربی کے زمانہیں اور اُن سے
ذرا پیشتر اُن کے ذہن میں زیادہ وسعت ہوئی اور کیفیات وجدانیہ نفسانیہ سے

---

[1] **ترجمہ**۔ رات کے وقت معشوق کی زلف کا خیال دل میں آیا اور چلا گیا +
ایک گھڑی شب قدر کی طرح میری بغل سے جوش زن ہوا اور چلا گیا +

تجاوز کرکے اس امر پر کمر باندھی کہ نفس الامر میں حقایق اشیا جس طور پر ہیں اُن کو تحقیق کریں پس تنزلات ستہ وجب تعالیٰ شانہ کو معلوم کیا اور جاناکہ واجب تعالیٰ شانہ سے اول کیا چیز صادر ہوئی اور اُس کے صدور کا طریق کیا ہوا وعلے ہذا القیاس غرضکہ یہ سب فرق اصل میں ایک ہیں اور صورت میں مختلف واللہ اعلم بحقیقت الحال جب کہ حضرت مشایخ علیہم الرحمہ مذکور الصدر میں سے ہر ایک نے اس جہان سے انتقال فرمایا تو جو حالات کہ اپنی جہد اور ہمت سے اُنھوں نے حاصل کئے تھے اُن کے نفس میں موجود رہے اور اُن کا نفس مثل آئینہ کے یا مثل پانی کے حوض کے قابل اس کے ہوا کہ اُس میں آفتاب حقیقت کے انوار منعکس ہوویں اور اس ذریعہ سے مبدالمبادی کا راستہ قریب کر دیا اور علویات اور سفلیات کے درمیان میں جو میدان ہے وہ تمام اُن کے انوار سے پر ہوگیا جس طرح سے کہ ہوا مرطوب اور ابر کے پھیلنے سے زمین کی حالت بدل جاتی ہے اور ابر پر آفتاب کی شعاع پڑکر سرخ رنگ زمین والوں کو معلوم ہونے لگتا ہے۔ الغرض ان چہارده خانوادوں کا ملاءِ اعلیٰ میں قدم الصدق ہے اور یہ بات ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ایک طبقہ کے کلام کو اُسی کے ذوق پر حمل کریں اور ایک کے کلام کی تاویل دوسرے کے ذوق کے مطابق نہ کریں۔ **قطرہ تیسرا** ۔ جن شخصوں نے کہ مشائخ کی صحبت پائی ہے یا اُن کی کتابیں اور رسالے دیکھے ہیں وہ بیشک سمجھتے ہیں کہ تمام طرق کے مشایخ اور اہل ارشاد یا ان میں سے اکثر اصل طریق میں متفق ہیں اگرچہ اس کے حاصل کرنے میں مختلف ہیں اور وہ اصل منسوب ہے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کی طرف کیونکہ طریقت کے اکثر قوانین کے مقنن وہی ہیں اور اُن کے زمانہ میں سب لوگ اُنھیں سے نسبت کی تکمیل کرتے تھے اور حقیقت میں جتنے طریقے ہیں سب کا مرجع وہی ہیں۔ مگر یہ کہ کوئی شخص اویسی ہوا اور ظاہر میں بباعث خرقہ کے کسی قوم

منسوب ہو جیسا کہ شیخ بدیع الدینؒ مدار واللہ اعلم یا اکثر مشایخ کی صحبت پائی ہوا ور
اس کے کام کا انجام حضرت جنید بغدادیؒ کے ہاتھ پر ہوا ہو اور اُس نے بوجہ
علو اسناد اور قلت واسطوں کے اپنے آپ کو شیخ اول کی طرف منسوب کردیا
جیسا کہ شیخ ممشادؒ دینوری واللہ اعلم۔ پس یہ سب متفق ہیں اس امر پر کہ سالک کیواسطے
جملہ حالات سے مقدم اور اوّل یہ امر ہے کہ اپنے عقاید کی تصحیح کرے مطابق عقاید
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم
اجمعین کے اور ارکان اسلام کے بجالاوے۔ اور کبایر سے پرہیز کرے اور ظلم
و تعدّی کو ترک کردے اور جو کچھ احکام شرع شریف کے ہیں اُن کو بجالاوے
جڑ سب کام کی یہی ہے اور بدون اس کے سلوک صحیح نہیں ہوتا یہاں پر تین
نکتے یاد رکھنے چاہئیں۔ اوّل یہ کہ صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کیساتھ
موافقت کرنے سے یہ مراد ہے کہ اُن کے عقاید کی طرح عقیدہ رکھے اور مناظرین
اور متکلمین کی موافقت مراد نہیں ہے۔ پس قرون سابقہ میں جس کی تاویل نہیں
کرتے تھے یہ بھی اُس کی تاویل نہ کرے علے الخصوص بطور تعیین مراد کے۔ دوّم
یہ کہ تنزلات ستہ اور وحدت الوجود وغیرہ کے مباحث میں مشغول ہونا بیفائدہ ہی
علے الخصوص مبتدی کے حق میں مضر ہے۔ سوّم یہ کہ اگر کتب حدیث اور آثار
صحابہ اور تابعین کے تتبع کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو ناچار ہے مذاہب اربعہ
میں سے ایک کی تقلید کرے اور اگر قدرت رکھتا ہے تو تتبع کرنا اور احادیث و آثار
کا بہتر ہے علے الخصوص تخریجات و تفریعات متاخرین میں مشغول ہونے سے۔
قطرہ چوتھا۔ اس کے بعد مطلوب سالک سے یہ امر ہے کہ اپنے اوقات کو اذکار
اور تلاوت قرآن اور نمازوں اور دوسرے نفل عبادات سے معمور رکھے اور اخلاق
حمیدہ حاصل کرے اور ریا و حسد و غیبت وغیرہ عادات ذمیمہ سے پرہیز کرے یہانتک

بھی تین نکتے یاد رکھنے چاہئیں۔ اوّل یہ کہ ہر ایک فریق نے اوراد و وظائف و
د نوافل وغیرہ سے اوقات کو معمور کرنے کے واسطے ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے
حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ نے اپنی کتاب غنیہ الطالبین میں ایک طریق مقرر
کیا ہے اور مشایخ چشتیہ نے اور طور مقرر کیا اور شیخ ابوالحسنؒ شاذلی نے اوروظیفہ ٹھیرایا
ہے اور میر سید علی ہمدانی نے اوراد اور شیخ الشیوخ کے اوراد تو خود مشہور ہیں اور امام
غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں اور کیفیت بیان فرمائی ہے اور میں نے
بعض اکابر سے سُنا ہے کہ طریقہ عیدروسیہ کے اوراد وغیرہ کی بنا کتاب احیاء
پر ہے اور اِس طریقہ کے اکابر طبقہ بعد طبقہ کے اپنے مُریدوں کو کتاب احیاءُ
کے درس تدریس میں مشغول رہنے کی اور اس پر عمل کرنے کی وصیت کرتے تھے
یہ جملہ اوضاع محبوب اور نیک ہیں لیکن سب سے بہتر اور پسندیدہ یہ بات ہے کہ
حدیث شریف کی کتب صحیحہ کے موافق ہو۔ دوّم یہ کہ ریا وغیرہ کی باریکیوں میں
ظاہر کتاب اور سنت سے زیادہ مشغول ہونا مبتدی کے حق میں مفید نہیں ہے بلکہ
اس سے اُس کے حال میں خلل پڑجاتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص
اپنے بچے کو بھیڑیے سے اس قدر ڈراوے کہ بباعث بے اطمینانی کے اُس کو
نیند بھی نہ آوے بلکہ اُس کا علاج یہ ہے کہ جس ناکے یا دروازہ سے بھیڑیے کے
داخل ہونیکا قوی اندیشہ ہو اُس کو خوب بند کر دے اور احتمالات خفیفہ کی کچھ پروا
نہ کرے اور بچے کی تقویت میں مصروف ہو جاوے کیونکہ طاقتور مرد خود ہی بھیڑیے کو
بھگا سکتا ہے۔ اور نیز تربیت کرنے میں نہایت عمدہ اور کامیابی کی یہ بات ہے کہ
ایسے اذکار اور اشغال میں مشغول کرے کہ محبت انگیز ہوں اور اُس کے دل کو
علوی جانب کی طرف جذب کریں اور ابتداء میں اسی بات پر زور دیں اور جب
مال و جاہ کے زایل کرنے کے واسطے توجہ بقدر ضرورت کرے یعنی اس قدر کہ

جمعیت خاطر کے ساتھ ذکر کر سکے اور تھوڑی دیر تک بے خطرہ رہ سکے اور ذکر
کے وقت جو حصر محبت اور مقصودیت حضرت حق سبحانہ کا دعویٰ کرتا ہے اُس کا
نفس اُس کی تکذیب نہ کرے اور نہیں تو حلاوت ذکر کی جاتی رہے گی۔ اور سوم
یہ ہے کہ سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے بعض مقلدین گمان کرتے ہیں کہ ہمارے طریقے
میں اوراد اور وظائف نہیں ہیں اور یہ کہنا اُن کا اس طرح سے اور اس کیفیت سے
غلط ہے اور یہ کب ہو سکتا ہے کہ صحیح اور مشہور حدیثوں میں صبح اور شام اور سونے
کیوقت اور انکے سوا دیگر وقتوں کے اذکار وارد ہوں پھر بھی حضرت خواجہ نقشبند اس باب کو بالکل مسدود اور
بند رکھیں بلکہ یہ بات ہی کہ حضرت خواجہ اور انکے متبعین نے تعین اوراد کو کتب حدیث پر موقوف رکھا
ہو اپنی طرف سے اسکے ضبط اور ترتیب کرنے میں مشغول نہیں ہوئے ہیں اور جن اوراد کو کہ
متاخرین نے مناسب سمجھ کر مقرر کیا ہے اور حدیثوں میں اُس کی کچھ اصل نہیں
ہے اُنہوں نے اُس کا امر نہیں فرمایا ہے کہ نسبت میں مشغول رہنا اُس سے
زیادہ ضروری سمجھا ہے اور اگر کئی طرح کی مصلحتیں جمع ہو جاویں تو جو زیادہ مقصود
ہو اُس کو ترجیح دیں۔ ان کے بعض کلام اسی قسم کے ہیں اور اس میں جس کو شک
ہو چاہیے کہ حضرت مولانا یعقوب چرخی کے رسالہ انسیہ کا مطالعہ کرے اور حضرت
خواجہ نقشبند کے اس جامع کلام کو تامل کرے کہ فرمایا ہے ہمارے طریقہ کی بنیاد
احادیث اور آثار کے تتبع پر ہے۔ **قطرہ پانچواں** ۔ الغرض قریب پچاس رکعت
کے تو نماز ضرور پڑھے۔ سترہ رکعت فرض اور بارہ سنت موکدہ اور گیارہ تہجد کی اور
دو رکعت اشراق کی اور چار چاشت کی اور چار زوال کی ان پچاس رکعت کو نہ چھوڑے
اور ذکروں میں سے صبح اور شام اور سونے کے وقت کے اور باقی اوقات معینہ کے
اذکار جو صحیح بلکہ مشہور حدیثوں میں آئے ہیں پڑھے اور میرے والد بزرگوار نے وصیت
کی کہ ہر روز بلا ناغہ ہزار بار ذکر نفی و اثبات جہر کے ساتھ اور کسی قدر خفیہ ادا کیا کرو

اور درود و استغفار جس قدر کہ ہو سکے اور صبح کے وقت سبحان اللہ وبحمدہ ایکسو بار
اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ تا آخر سو بار پڑھنا برکت عظیم رکھتا ہے اور روزے
میں سے روز عرفہ و عاشورہ کا روزہ اور تین روزے ہر ماہ سے خواہ کسی دن ہوں
جس طرح حدیثوں میں آئے ہیں اور چھ روزے عید الفطر کے رکھنا چاہیئے اور اپنے
مال میں سے ہر روز ایک مسکین کا کھانا اور ہر سال ایک جوڑہ علاوہ صدقہ الفطر
وغیرہ کے جن کا ادا کرنا موکد ہے یہ صدقہ نفل دیتا رہے اور تلاوت قرآن شریف
کی اگر حافظ ہے ہر ہفتہ میں ختم کرے۔ البتہ اگر اشغال باطنی زیادہ ہوں تو جس قدر
ہو سکے تلاوت کرے۔ اور اگر حافظ نہ ہو تو سوا تیس متوسط روزمرہ کہ پاؤ سپارہ
اور آدھے کے درمیان ہوتی ہیں لازم سمجھے اور تعلیم سے دو تین ورق حدیث شریف
کے پڑھنے اور دو رکوع ترجمہ قرآن شریف کا سننا۔ اور خوراک اگر قوی المزاج
ہے اس قدر کھاوے کہ جس سے کم میں ضعف لاحق ہووے مثلاً دہلی کی تول
سے آدھ سیر طعام پختہ اور اگر ضعیف المزاج ہے تو اس قدر کھاوے کہ بھوک یا
سیری کی وجہ سے اکثر اوقات پیٹ کی فکر میں مشغول نہو اور سونے اور جاگنے
کے واسطے یہ قاعدہ ملحوظ رکھے کہ تمام دن رات کے تین حصے کرے ایک حصے
میں سووے اور دو حصے میں جاگے۔ مثلاً دوپہر کو ایک گھنٹہ آرام کرے اور رات
کو چوتھائی رات تک جاگے اور ایک گھنٹہ پیشتر صبح سے اُٹھے اور بعد اس کے
ایک لحظہ اونگھ کر نماز صبح کے اوّل وقت ہوشیار ہو جاوے اور اس سے کسی
قدر کم زیادہ کرے تو اختیار ہے۔ اور گوشہ نشینی اس قدر رہے کہ امور صالحہ میں
نقصان نہ ہو۔ مثلاً عیادت مریض کی اور تعزیت مصیبت زدہ کی اور صلہ رحمی
اور حاضری مجالس علم کی اور رفع خشونت طبع اور قبض خاطر کی اور مثل اس کے
ان کے سوا باقی اوقات میں عزلت اور گوشہ نشینی کرے۔ اور ایسا لباس پہننا

یا کام کرنا کہ جس کے باعث تمام لوگوں میں ممتاز نظر آوے شرع میں عمدہ نہیں ہی بلکہ اپنے بھائی بندوں کی روش پر رہنا چاہیئے اگر عالم ہے تو علماء کی روش پر رہے اور جو پیشہ ور ہے تو پیشہ وروں کے طور پر اور اگر سپاہی ہے تو سپاہیوں کی روش پر رہے قطرہ چھٹا۔ اس حالت کے قرار پکڑنے کے بعد سالک کے کرنے کی یہ بات ہے کہ بطور اہلِ محبت اور اہلِ عشق کے ذکر کرے نہ بطور وظیفہ کے جیسا کہ پیشتر کرتا تھا اور ذکر کرنے میں زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہے کہ تندرست اور قوی العشق ہو اور جو شخص کہ سست یا مختل المزاج ہو یا عشق اور محبت کی صفت اُسپر غالب نہیں ہوتی اُس کو اس میں سے حصہ کافی نہیں حاصل ہوتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جمہور صوفیوں کے نزدیک سب ذکروں میں افضل نفی اور اثبات اور اسم ذات ہے اور مشایخ نے ذکر کے واسطے شرطیں اور آداب مقرر کیئے ہیں اور ان امور کے مقرر کرنے میں راز یہ ہے کہ ان کے باعث دل کی جمعیت اور خطرات کی نفی ہوتی ہے اور محبت کا جوش اُٹھتا ہے پس ذکر کے واسطے ایسا فرصت کا وقت نکالے کہ اُس وقت نہ تو بھوکا ہو اور نہ شکم سیر اور نہ بول و براز کی ضرورت لاحق ہو اور نہ غصہ ہو نہ فکر نہ غم خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام عوارض اور شواغل نفسانیہ اور خارجیہ سے فارغ ہو اور بعد طہارت کاملہ کے لباس پاک پہنکر خلوت میں بیٹھے اور جس طرح ممکن ہو اپنے دل کو گرم کرے خواہ موت کو یاد کرکے یا حکایات محبت انگیز کا خیال کرکے یا واعظ کی نصیحت یا ذکر کرکے یا دلچسپ راگ سنکر یا مثل اس کے پھر دو رکعت نماز پڑھکر رو بقبلہ بصورت جلسہ نماز کے بیٹھے اور زبان سے کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمہ لا کو ناف کے نیچے سے شروع کرے اور الہ کو دماغ میں کہے اور الا اللہ کی ضرب زور سے دل پر مارے اور شد و مد کی رعایت رکھے اور محبت غیر حق کی ایک غیر حق کے وجود کی نفی کا

خیال جما وے اور ایسے متواجد شخص کی سی صورت بناوے جو اپنے راز دل کو چھپا نہیں سکتا اور اگر بے تکلف یہ حال نہ ہو سکے تو بہ تکلف کرے اور جس طرح ممکن ہو وہ کیفیت پیدا کرے اور جس قدر وجد ہوتا جاوے اُسی قدر آواز بلند کرتا جاوے اور جلدی جلدی زور سے ضرب لگاتا جاوے اس میں ذرا شک نہیں ہے کہ جو شخص کامل المزاج اور قابل المحبت اس طرح سے ایک دو ساعت ذکر کرے البتہ اُس کو دلجمعی اور نفی خطرات کی اور گرمی شوق کی حاصل ہو جاتی ہے اُس وقت تھوڑی دیر تک اس کیفیت کی نگہداشت کی طرف متوجہ ہو اور اُس کو اچھی طرح سمجھے اور پہچانے اور حتی المقدور اس کو یاد رکھے اور اگر مفقود یا ضعیف ہو جاوے تو اُس کو لوٹانے اور زیادہ کرنے میں کوشش کرے صحیح المزاج کامل الفہم آدمی تو اُس کو ایک مجلس میں سمجھ سکتا ہے ۔ اور جو سخت طبیعت اور پہلوان صورت ہو تو اُس کو تین دن روزہ رکھنے کا اور غذا کم کرنے کا ارشاد کریں جب چند بار اس طرح کرے گا تو البتہ اُس کو یہ کیفیت حاصل ہو جاوے گی اور سمجھ جاویگا اور جو باوجود سعی کرنے کے بھی نہ سمجھے تو اُس کو معذور رکھنا چاہیئے اور ورد و وظائف میں مشغول کرنا چاہیئے ۔ اس جگہ چند نکتے سمجھنے چاہئیں ۔ اوّل یہ کہ جمہور اہل طریقت اس امر پر متفق ہیں کہ ذکر کے ساتھ سر کو گھمانا چاہیئے اور دل پر ضرب لگاوے اور شد و مد کی رعایت رکھے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کیفیت سے جوش محبت اُٹھتا ہے اور خطرات بند ہو جاتے ہیں ۔ دوّم یہ کہ بعض متبعین سلسلہ نقشبندیہ کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند جہر سے منع کرتے تھے سو حقیقت حال کی یہ ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند سے پہلے خواجگان ذکر جہر اور خفیہ دونوں کرتے تھے بلکہ اُن پر جہر غالب تھا بزرد و شنبہ و پنجشنبہ کے نہایت جمعیت کے ساتھ ذکر جہر کرتے تھے حضرت خواجہ نقشبند نے بسبب اس کے

کہ ذکر جہر مذہب حنفی میں مکروہ ہے اور ذکر خفیہ کو اقویٰ اور اولیٰ دیکھا تو اُس
کو پسند فرمالیا اور ان کی صحبت کی تاثیر بہت قوی تھی بجائے ذکر جہر کے وہ کفایت
کرتے تھے لیکن اکثر مزاجوں میں اور موافق اکثر استعدادوں کی کوئی چیز ذکر جہر سے
زیادہ فائدہ مند نہیں ہے اور اس میں تشکیک کرنا مکابرہ ہے تیسرے یہ کہ جس چیز
کی شارع نے حرص دلائی ہے دو امر ہیں ایک ذکر اور ایک فکر اور مراد ذکر سے ذکر
زبانی ہے حدیث شریف میں جو جہر اور خفیہ کا ذکر ہے وہ دونو ذکر زبانی ہی ہیں اور
چونکہ ذکر زبانی سے فکر قلبی تک منتقل ہونا مبتدیوں کو دشوار تھا اس واسطے مشایخ نے
ذکر قلبی کو استنباط کر لیا کہ یہ ذکر اور فکر کے درمیان مثل برزخ کے ہے جیسا کہ ظاہر
ہے اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا
فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ* روایت کیا اس کو امام محمد نے موطا میں تعلیقاً **قطرہ ساتواں**
جبکہ شوق کی کیفیت پیدا ہو جاوے اور اس کے آثار نمایاں ہو جاویں مثل قلت کلام
اور ترک اشغال دنیا اور ترک لذایذ کے اور یہ آثار صرف متوہم اور مخفی نہ ہوں بلکہ بخوبی
ظاہر ہوں تو اُس وقت سالک کو مراقبہ کرنا چاہیئے اور مراقبہ کی تعریف جو اُس کے
جملہ اقسام کو شامل ہو یہ قوت مدرکہ کسی امر غیر محسوس کی طرف السیطرح متوجہ ہو کہ عقل اور وہم
اور خیال وغیرہ جملہ حواس اُس کی اتباع کریں حتیٰ کہ وہ امر غیر محسوس بمنزلہ محسوس کے
آنکھوں کے سامنے آجاوے خواہ مراقبہ صفات باری کا ہو یا جسم سے روح نکلنے
کا یا اور کچھ مثل ان کے اور مراقبہ کرنے میں خوش قسمت وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کی
طبیعت میں قدرتی طور سے فکر کرنے کا مادہ ہوتا ہے چنانچہ بعض شخصوں کو تم نے
دیکھا ہوگا کہ کسی چیز کا تصور اُن پر غالب آجاتا ہے اور اُسی کی طرف ہاتھ سے اشارہ
کرنے لگتے ہیں یا کچھ زبان سے کہنے لگتے ہیں اگرچہ لوگ اُن کو دیوانہ کہیں - اور مراقبہ

* ترجمہ - جس امر کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے ۱۲ -

کی بہت قسمیں ہیں جو ہم نے اور کتابوں میں بیان کی ہیں اسجگہ صرف وہ بیان کرتے
ہیں جو سمجھانے میں عمدہ اور ہم کو پسند ہیں۔ پس چاہیئے کہ اول عوارض اور شواغل دخلیہ
اور خارجیہ سے فارغ البال ہو جیسا کہ پیشتر مذکور ہو چکا ہے اور حق سبحانہ کے احاطہ کا تصور کرے
یمین و یسار اور فوق اور تحت اور اندر اور باہر سے اسکو اور جمیع اشیا کو محیط ہی اور اسکیطرف اسقدر توجہ کری
کہ حقیقۃ الحقایق جو جمیع جہات سے منزہ اور پاک ہے اسکی نظر میں ایسی آوی جیسی آسمان زمین کے بیچ میں ہوا
گارے میں پانی اور اسی طور سے اِس تصور کا پابند رہے اُس وقت تک کہ یہ نور سرایت کنندہ
اُس پر جلوہ گر ہو جاوے اور اس کا دل اس پر مطمئن ہو جاوے کہ یہ حالت بدون
اس کی صنع کے ظاہر ہے اور اس کے اختیار اور سعی کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے
انتہا اس مراقبہ کی یہی ہے خواہ چھ مہینے میں حاصل ہو یا ایک ہفتہ میں جب یہ نور محسوس ہو
جاوے تو اُس کو حکم دیں کہ اُس نور کو اُن اشیاء سے مجرد کر کے تصور کرے جو اس میں
گھری ہوئی ہیں اور بے ملاحظہ جہات کے کمال تنزیہ کے ساتھ تصور کرے انشاء اللہ
تعالے تھوڑی سی محنت کرنے سے اِس کو نسبت بیرنگی کی حاصل ہوگی اور مشایخ
نے بہت سے مراقبہ مقرر کئے ہیں بعض تو اس لئے استنباط کئے ہیں کہ خطرات دفع ہوں
اور نفس مسخر ہو کر بدون پراگندگی عزم کے دل کی جمعیت کے ساتھ ایک طرف متوجہ
ہو جاوے۔ منجملہ اُن کے ہے پرہ بینی کی طرف دیکھنا اور مثل اس کے اور بعض مراقبے اسواسطے
مقرر کئے ہیں کہ نفس مسخر ہو کر مجرد کی طرف توجہ کرنے کے لئے مستعد ہو جاوے مثلاً
نور آفتاب یا خلا محض کی طرف توجہ کرنا اور بعض مراقبہ اس واسطے مقرر کئے ہیں کہ نفس
بتدریج متخیل کو متوہم کرے جیسا کہ خیال کرنا صورت خطی اسم اللہ کا [یعنی صورت محسوسہ کے
مناسب اختراعی شکل جمائے] اور بعض مراقبہ توجہ الی اللہ کی معیار اور اندازہ مقرر کرنے

لہ ایک کاغذ پر سرخ یا نیلی روشنائی سے ایک خط بشکل قلب صنوبری کھینچکر اُس کے اندر طلائی روشنائی سے لفظ اللہ لکھتے اور ہمیشہ اُس کو دیکھتے رہتے ہیں یہانتک کہ صفحہ قلب پر یہ نقش محسوس ہونے لگے۔ مولانا نے اس جگہ اُس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ۱۲

کے واسطے مقرر کئے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک اسم کی طرف توجہ کرنا اور ایک مسمی کی طرف قسم اول کی معیار نبض کی حرکات ہیں کہ جدی جدی ہوتی ہیں مثل ضربات ہتوڑے کے اہرن پر اور معیار ثانی وہم اور خیال کا دور دور جانا ہے کہ اس کو لمبی رسی کی طرح کھینچے یا صوت متصل ہے کہ اس کا عمل معطل کرنے کے وقت قوت سامعہ خارج سے تخیل کرتی ہے اور اس تقریر سے لطائف کے جاری کرنے کا بھید بھی معلوم ہو گیا (یعنی یہ بھی توجہ الی اللہ کی معیار ہے) اور بعض مشایخ کے اشغال اور مراقبوں سے یہ غرض ہی کہ ان کے ذریعہ سے ذہن قریب ہو جاتا ہے اُن نسبتوں میں سے کسی نسبت کیساتھ کہ جن کا مذکور آگے آویگا مثلاً ذکر انت فوقی انت تحتی الخ کہ ذہن کو نسبت توحید سے قریب کرتا ہے ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ میدان وسیع ہے اور ہر شخص نے جو کچھ کہا ہے اپنی اپنی سمجھ کے موافق کہا ہے مصرعہ وللناس فیما یعشقون مذاھب یعنی جس چیز کو لوگ دوست رکھتے ہیں اُس کی تحصیل کے واسطے مختلف طریقے نکال لیتے ہیں لیکن مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ حق سبحانہ وتعالے کی مرضی یہ ہے کہ ذکروں میں سے وہ ذکر کرنا چاہئے جو شریعت میں وارد ہوا ہے اور مراقبات میں سے وہ مراقبہ کرنا چاہئے کہ جس میں بالفعل توجہ الی اللہ ہو نہ وہ کہ ذریعہ توجہ الی اللہ کا ہو کیونکہ اگر اس حالت میں موت آجاوے تو سبب حسرت اور افسوس کا نہ ہو اور قیامت میں متوجہین الی غیر اللہ میں شمار نہ کیا جاوے ۔ اگرچہ کثرت اُس کی تعداد کے آگے

۱؎ لطائف خمسہ جاری کرنے کے واسطے تلقین فرماتے ہیں کہ اُن کے مواضع پر سے اللہ اللہ کی آواز آنے کا تصور کرے ۔ یہ اُس کی طرف اشارہ ہے ۔۱۲

۲؎ کبھی عروج کا خیال کرتے ہیں تو قوت متخیلہ نہایت اونچی چلی جاتی ہے ۔ اور اسی طرح نزول کے خیال میں نہایت نیچے ۔ غالباً یہ اُسی کی طرف اشارہ ہے ۔۱۲

۳؎ ۔ بموجب آیہ کریمہ وَاِلَیہِ یصعد الکلم الطیب کے بعض مرتبہ الفاظ ذکر نورانی شکل پکڑ کر آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں شاید اُس کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ دورہ قادریہ میں کرتے ہیں ۔ واللہ اعلم ۔۱۲

یہ کس قدر حسرت اور افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص آواز متصل یا خلا ریا نظر پرّہ بینی کے خیال میں فوت ہو جاوے۔ فتامل قطرہ آٹھواں۔ جاننا چاہیئے کہ ان اشغال کے درمیان سالک کو چند عوارض پیش آتے ہیں سو اُن کا علاج جان لینا چاہیئے منجملہ اُن کے ایک حدیث نفس ہے اور یہ دو قسم پر ہے اوّل یہ کہ اپنے نفس کو خود تخیلات کے مرتب کرنے میں مبتلا کرتا ہے مثلاً ایک شخص کو بطور خوراک کے کہیں سے دو روٹی اور ایک پیالہ شہد کا ملتا ہے اب یہ شخص دل میں کہتا ہے کہ روٹی تو کھاتا رہوں اور شہد جمع کرتا جاؤں جس وقت ایک گھڑا بھر جاویگا تو اُس کو فروخت کر کے ایک مرغی خریدوں گا اور جب مرغی کی نسل پھیل جاویگی تو ایسا کروں گا اور ایسا کروں گا۔ اسی طرح لگاتار خیالات کا سلسلہ چل رہا ہے اور شعر گوئی اور نجوم کے زائچوں کے واسطے فکر کو دور دور لیجانا اور معقولیوں کا لِم اور لانسلم میں مبالغہ کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ بے ارادہ دل میں خطرے آتے ہیں یا جن چیزوں پر نظر پڑی ہے اُن کی صورتیں حس مشترک میں بھری ہوئی ہیں۔ پہلی قسم کا علاج تو ہمت کا برانگیختہ کرنا ہے پس جو امور کہ دلکو جوش دلانیکے واسطے ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں اُن میں سے کسی پر عمل کرے تاکہ دل کو جوش پیدا ہو اور نفس کی تہذیب کی خواہش از سر نو پیدا ہو پھر خلوت میں جاکر مراقبہ کرے اور کوشش کرے کہ ایک گھنٹہ کامل تک کوئی مسلسل بات اُس کے دل میں نہ آوے جب ذرا خیال اُس کا آوے تو فوراً قبل اس کے کہ نفس اُس سے لذت پاوے اُس کو ترک کردے اور اگر نفس جھگڑے تو کہدے کہ اس میں پھر مشغول ہوں گا۔ ایک ساعت تو یوں ٹالے پھر وہ کام کرے جس سے جوش پیدا ہو اسی طرح اپنا کام کرتا رہے۔ اور قسم ثانی کا علاج یہ ہے کہ امور مذکورہ ذیل کے ذریعے جذب خاطر حاصل کرے۔ اوّل یہ کہ کسی مرد قوی التوجہ کی صحبت میں بیٹھے اور ذرا دیر کے

واسطے اپنے دل کو جمیع امور سے خالی کرکے اُس کی طرف متوجہ ہو۔ دوم یہ کہ ارواح طیبہ مشائخ کی طرف متوجہ ہو اُن کے واسطے فاتحہ پڑھے یا اُن کی قبور کی زیارت کرے اور بطور بھیک کے وہاں سے جذب حاصل کرے۔ سوم یہ کہ خلوت میں جاوے اور غسل کرکے پارچہ جدید پہنے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر اللھم نقنی من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا واجعلنی نورا یا نور السموات والارض جس قدر ہو سکے پڑھے اور نماز کے بعد یا نوری کی ذکر سہ ضربی یا چہار ضربی میں مشغول ہو پھر بھی اگر وسوسے اور خطرات پریشان کریں تو اُسیوقت پھر وضو کرکے اُسی طریق سے نماز پڑھکر ذکر کرے پھر بھی وسوسے آویں تو پھر ایسا ہی کرے اس میں ذرا شک نہیں ہے کہ دو تین مرتبہ اس طرح کرنے سے ایک طرح کی ٹھنڈک اور سکون دل میں ہو جاوے گا پھر ذوق کے ساتھ ذکر نفی و اثبات میں مشغول ہو مجھکو غیب سے معلوم کرایا گیا ہے کہ یہ تریاق مجرب ہے اس کا اثر کبھی خطا نہیں کرتا واللہ اعلم۔ اور منجملہ عوارض مانعہ کے ایک یہ ہے کہ دل میں قلق اور پریشانی ہو۔ اور اگرچہ وظائف قلبیہ میں مشغول ہونیکا ارادہ کرے لیکن نفس اُس کو قبول نہ کرے اور دل سے فوارے کی مثل بے انتہا غم پیدا ہو۔ مجھ کو غیب سے معلوم کرایا گیا ہے کہ اس کا سبب چند چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ مزاج مختل ہو اور اخلاط سوداویہ و خلط انیہ دل پر ہجوم کریں۔ اس کا علاج بقاعدہ طب فصد اور مسہل سے کرنا چاہیے اس کے سوا اور کوئی تدبیر فائدہ مند نہیں ہے

ف اے بارِ خدایا پاک کر دے مجکو خطاؤں سے جیساکہ پاک کیا تو نے سفید کپڑے کو میل سے یا اللہ میرے دل میں نور کر دے اور میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے داہنی طرف نور اور میرے بائیں طرف نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور مجکو نور کر دے اے نور آسمانوں اور زمین کے۔ ۱۲

دوم یہ کہ کثرت سے بے وضو اور بے غسل رہنا اور ایک حدث سے دوسرے حدث تک اور ایک جنابت سے دوسرے جنابت تک وضو اور غسل نہ کرنا اس کا علاج جسم اور لباس کی تطہیر اور پاکی میں مبالغہ کرنا ہے۔ سوم مرتکب ہونا کسی گناہ کبیرہ کا مثلاً غربا پر ظلم کرنا یا کسی حقدار کا حق تلف کرنا۔ اس کا علاج اس فعل کا تدارک کرنا ہے۔ چہارم اثر شیاطین یا سحر کا جس کے باعث سے دل کو قلق پہونچے اُس کا علاج یہ ہے کہ یا اللہ کے پڑھنے میں مشغول رہے جسقدر طاقت ہو کثرت سے پڑھے پنجم مشایخ طریقت کی بے ادبی کرنا اس کا علاج اس سے باز آنا ہے ششم یہ کہ دنیا کی محبت کا اثر اُس کے دل میں مخفی اور قرار گزیں ہو۔ اور یہ بادی النظر میں اُس کو نہیں پہچانتا اور اس کی ظلمت اِس کے دل کو احاطہ کرلیوے اس کا علاج مداومت ذکر نفی اور اثبات کی ہے جس طرح پر کہ ہم بیان کرچکے اور نفی کے ساتھ ملاحظہ اُن جہات محبت دنیا کا کرے۔ ہفتم شدائد سلوک سے ڈر کر نامرد ہونا اُس کا علاج اس طبقہ کے بزرگوں کی حکایات کو سننا اور خدا تعالی کے فضل کی امید کو مستحکم پکڑنا۔ الغرض اوّل سبب کو معلوم کریں پھر اُس کا علاج بالضد کریں اور اگر سالک خود تشخیص نہیں کرسکتا تو شیخ مختلف مجالس میں اُس کے حال میں بہ تعمق نظر کرے اور قراین قالیہ اور حالیہ سے بموجب اُس فراست کے جو اللہ تعالے نے اُس کو دی ہے حقیقت حال کی معلوم کرے۔ ازانجملہ عوارض مانعہ کے ایک یہ ہے کہ سالک کو خواب میں اور بیداری میں واقعات عجیبہ معلوم ہوتے ہیں اور اسی طرح سے اثناء ذکر میں کچھ خواطر پیش آتے ہیں اور انوار معلوم ہوتے ہیں اور وہ سمجھے کہ مجھ کو کچھ بڑی چیز مل گئی اور مقصود اصلی کی سعی سے رُک جاوے اس بارہ میں ایک کلیہ قاعدہ یاد رکھنا چاہئے۔ مجھ کو معلوم کرایا گیا ہے کہ جو صورت کہ سالک پر ظاہر ہوتی ہے چند حال سے خالی نہیں۔ ہے اگر اُس

حال میں یقین ہے کہ یہ تجلی حق کی ہے یا اُس کی طرف منسوب ہے وہ تجلی اُسی کی ہے۔ اور اگر اُس حال میں منسوب بملائکہ یا ارواح طیبہ مشایخ کی جانتا ہے تو اُسی قبیل سے ہے اور اگر اُس وقت میں اُنس اور خوشی اور کشادگی قلب کی معلوم ہو تو وہ واقعہ ملکی ہے اور اگر وحشت اور انقباض حاصل ہو تو اثر شیاطین ہے اور اگر ان امور میں سے کچھ بھی پیدا نہ ہو تو طبیعت کے خیالات میں سے ایک خیال ہے اور اسی طرح پر خواطر کو سمجھ لینا چاہیئے اور جو کچھ مشایخ نے جہات وغیرہ کا فرق بیان کیا ہے میرے نزدیک وہ دائم الصدق نہیں ہے۔ قطرہ نواں۔ جبکہ سالک کو بے نشانی کے کچھ معنے معلوم ہوتے ہیں تو دو راہ پیش آتے ہیں جذب اور سلوک اور شیخ مقتدا مختار ہے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے اور اکابر نے جو مجذوب سالک کو سالک مجذوب پر ترجیح دی ہے اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ایک سالک کے حق میں جذب کو سلوک پر مقدم کرنا بہتر ہوتا ہے بہت شخص ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے حق میں جذب کو موخر کرنا اور سلوک کا مقدم کرنا بباعث اُن کے خاص استعداد کے بہتر ہوتا ہے اور ہماری مراد جذب سے اِس جگہ نہ تو یہ ہے کہ دل کو غیب کی طرف صرف کشش ہو اور خطرات موقوف ہو جاویں اور نہ یہ ہے کہ عقل جاتی رہے اور شرع کے وظائف و آداب کی کچھ خبر نہ رہے بلکہ مراد ہماری جذب سے اس جگہ یہ ہے کہ وجود کے پردے پھٹ جاویں اور حقیقۃ الحقایق تک پہنچ جائے اور انا کے راستہ سے اُلٹے پیروں لوٹ کر مبداء اوّل تک نفوذ کر جاوے اور حاصل جذب کا یہ ہے کہ وجود مجازی کے اجزا تحلیل ہو جاویں اور اس وجود کا پردہ ہٹ جاوے اور مراد سلوک سے یہ ہے کہ نورانی کیفیتوں میں سے کسی ایک کیفیت کے ساتھ نفس رنگا جاوے یعنی وہ کیفیت اُس کو ہمیشہ رہے مثل خشوع اور طہارت اور عشق وغیرہ کے لیکن جذب کا طریق یہ ہے کہ جب سالک فی الجملہ عالم غیب سے

آشنا ہوگیا تو اُس کو فرمادیں کہ ذکر لسانی یا قلبی بہت کرے اور چشم بصیرت کو منتظر عالم غیب کا رکھے اور اپنے دل کو اُس طرف متعلق کرے ہم کو ذرا شک نہیں ہے کہ اگر چند روز ایسا کرے گا تو اس پر توحید افعالی منکشف ہو گی پس بطور فکر کے نہیں بلکہ بطور حال کے اُس کو ایسا معلوم ہوگا کہ تمام عالم اور اُس کی حرکات وسکنات بالکل ایسے ہیں جیسے بازیگر کی پتلیاں اور اُن کی حرکات وسکنات۔ اور معلوم کرے گا کہ ان سب کا مرجع ایک ہے اور یہ سب اسی کے فعل کے ساتھ وابستہ ہیں اور اگر پہلے سے اس بات کا معتقد تھا تو اب اس کے آثار اس پر ظاہر ہو جاویں گے یعنی توکل اور تفویض اور موت وحیات وشفاء ومرض کو اُن کے اسباب کی طرف نہ منسوب کرنا مگر بحسب عادۃ اللہ کے اور دل کی قوی خواہش ہیں اور اسباب کے ساتھ تمسک کرنے میں کمی ہو جانی اور اگر پہلے سے اس کا معتقد نہ تھا تو اب بطور وجدان کے اس کو یہ اعتقاد جازم حاصل ہو جاوے گا اور اس قسم کا اعتقاد جازم مقصود اور معتبر بڑے بڑے معاملات میں ہے مثل فقر اور غنا اور شفا اور مرض اور موت اور حیات اور جاہ اور گمنامی کے اور اس قسم کا تصرف ہر برگ کے ذرّہ ذرّہ میں دیکھنا اور مثل اس کے ہمارے نزدیک اصل توحید افعالی میں داخل نہیں ہے اگرچہ بسا اوقات سالک کو حاصل ہو جاتا ہے اور بعض مرتبہ مرشد اُس کو اُس وقت میں فرما دیتے ہیں کہ ذکر کرے اور لا فاعل فی الوجود الا اللہ کا ملاحظہ رکھے تاکہ توحید افعالی جلدی غالب آجاوے اگرچہ ظہور تجلی مذکور کا اس ملاحظہ پر موقوف نہیں ہے اور صاحب تجلی افعالی کا عالم ناسوت کو مثل ظل عالم غیب کے دیکھتا ہے مثلاً کوئی سمجھدار پرچھائیں کو چلتے ہوئے دیکھے تو یقیناً جانتا ہے کہ کوئی شخص چلتا ہے جس کی یہ پرچھائیں ہے اسی طرح یہ شخص عالم کے حوادث اور اس کی افراد کو تدبیر غیبی مشاہدہ کرتا ہے کہ عالم ناسوت اُس کا سایہ ہے اور

توحید افعالی کے بعد توحید صفاتی ظاہر ہوگی اور مراد اس سے مشاہدہ اُس واحد کا ہے مختلف صورتوں میں پس اُس کو ہدایتہً ایسا معلوم ہوگا کہ ایک اصل ہے اور تمام اختلافات اُسی کی شاخیں ہیں اور اُس اصل کو ان صورتوں کی ضمن میں دیکھتا ہے اور پہچانتا ہے جیسا کہ لفظ انسان کی مفہوم کلّی کو اُس کی افراد کے ضمن میں سمجھتا ہے - یا جیسے موم کو درضمن اون صورتوں کے جو اُس سے (مختلف طور کی) بنائی گئی ہیں پہچانتا ہے اور اُس اصل کو بیرنگ جانتا ہے اور مختلف رنگوں کو اُس کی بیرنگی کا مانع نہیں سمجھتا بطریق بداہت کے نہ کہ بطریق فکر کے اور یہ دونو مقام باہم متصل ہیں اور ایک کا آخر دوسرے کے اوّل سے مربوط ہے {یعنی توحید افعالی کے ختم ہوتی ہے توحید صفاتی شروع ہو جاتی ہے} اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ تمام عمر اسی میں رہتے ہیں اور اس جگہ سے آگے بڑھنا میسر نہیں ہوتا - اور جو شخص کہ قوی المحبت اور ذکی الذہن ہے وہ ان حالات کے بعد اُس اصل واحد کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مختلف صورتوں کی طرف التفات نہیں کرتا بلکہ اس کثرت سے نظر بند کر لیتا ہے اور اُن کو بھول جاتا ہے اور عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ توحید صفاتی کا انجام اور اختتام اس طرح پر ہوتا ہے کہ اُس اصل واحد کو انا کے ضمن میں مشاہدہ کرتا ہے اور انا سے مراد اپنی ہویت اور حقیقت ہے پس انا پر نظر ڈالنی نافذ ہو جاتی ہے اُس اصل کی طرف پھر فوراً سب صورتوں کے نظر بند کر لیتا ہے اور اس حال کو اس جگہ میں توحید ذاتی کہتا ہوں اگرچہ مبحث ذوق الازل میں توحید ذاتی سے مراد اور چیز ہے وہ تو مثل چمکتی ہوئی بجلی کے ہوتی ہے لیکن توحید ذاتی جو اس جگہ مراد ہے یہ اُن مقامات میں سے ایک مقام ہے کہ سالک اِس جگہ قرار پکڑتا ہے اور بعض سالک توحید افعالی سے کود کر توحید ذاتی میں پہنچ جاتے ہیں اور توحید صفاتی اور حقیقتہ الحقایق کو انا کے ضمن میں دیکھنے سے محروم اور بے خبر رہتے ہیں مگر ایسے

بہت کم ہیں اور بعد تکمیل اس نسبت کے فوراً نسبت بے نشانی کی اور یاد داشت اور ذکر خفیہ میں آپڑتا ہے اور اُس کی حقیقت ایک مجمل التفات ہے حقیقۃ الحقایق کی طرف جب سالک اس جگہ پہنچ گیا اب اُس پر واجب ہے کہ ذرا اس جگہ توقف کرے اور جملہ اشیاء سے مجرد ہو کر نہایت مشغولی کیساتھ اس معنے کیطرف متوجہ رہے یہانتک کہ اس کو معلوم کرایا جائے کہ ایک خاص تعین اس حقیقت میں سے بطور شان کے جدا ہوا اور اسکی ہویت پر نازل ہوا اور وہ اس تعین کے ساتھ باقی ہو گیا یہاں پر جذب کی راہ ختم ہوئی اس جگہ چند نکتے یاد رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ جب اس قسم کی صورت سالک پر منکشف ہوئی تو اس نے جذب کی راہ طے کرلی اگرچہ معتقد توحید وجودی کا ہو یا نہ ہو اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کو اول توحید صفاتی حاصل ہوئی پھر تھوڑے زمانے میں توحید ذاتی تک پہنچ گیا اور اس معاملہ کی وہ اس طرح توجیہ کرتا ہے کہ میں پیشتر مغلوب ہو گیا تھا اور حق تعالیٰ شانہ کی قیومیت کو بہ نسبت ممکنات کے متحد جانتا تھا جیسا کہ کوئی شخص خواب میں درندہ کو دیکھتا ہے اور وہاں کوئی درندہ نہیں ہے بلکہ صرف اُس کی قوت غضبیہ بشکل درندہ کے ظاہر ہو گئی پس جب اس مقام سے آگے بڑھا اور تنزیہ میں پہنچا تو سمجھا کہ ورطہ تشبیہ سے نجات حاصل ہوئی اور ایک دوسرے شخص کو بھی یہی معاملات پیش آئے اور اُس نے یہ توجیہ کی کہ وہ ظہور اور سریان حق تھا اب دوبارہ پھر نظر میں پردہ پڑ گیا ہے دوم یہ کہ یہ طریق متفق علیہ ہے اولیاء کاملین میں سے کوئی شخص نہیں گذرا جو اس راہ پر نہ چلا ہو۔ اگرچہ اُن کے بیانات میں اختلاف ہے ۔ **شعر**

عباراتنا شتی وحسنک واحد　　وکل الی ذاک الجمال یشیر

ترجمہ۔ ہمارے بیان مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے اور ہر کوئی اُسی کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن قوی المعرفت اور ذکی الذہن شخص سب کی کلام کو

سمجھ کر اختلافات عبارت کو اس طرف رجوع کر سکتا ہے اگرچہ ان مقامات میں کم اور زیادہ ٹھہرنے کے لحاظ سے مختلف ہوں اور اُن کی استعدادات کے موافق ہر ایک کے واقعات اور حالات بھی جدے جدے ہوں۔ سوم یہ کہ مجھ کو معلوم کرایا گیا ہے کہ راہ سلوک کا تو شریعت میں بیان کیا گیا ہے اور راہ جذب کا بیان نہیں کیا گیا۔ جس طرح کہ اسم اعظم اور شب قدر کی تعیین نہیں کی گئی اور جو شخص کہ شارع کے کلام کو تاویل کی راہ سے جذب کے موافق کرے وہ اُس شخص کی مثل ہے جس نے کہ ابن حاجب کے کافیہ کا تصوف کے قوانین کے ساتھ شرح کیا تھا لیکن سلوک کا طریقہ یہ ہے کہ ملکات محمودہ میں سے کوئی ملکہ حاصل کرے اس طرح پر کہ وہ ملکہ اُس کی روح کو سب طرف سے احاطہ کرلے اور اُس کی زندگی اور موت اُس پر ہو **مصرع** - چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد - اور جو حالت کہ اس طرح پر لازم ذات ہوجاتی ہے اُس کو نسبت کہتے ہیں - اور اولیاء اللہ کے اس میں مختلف طریق ہیں اور میں بطور باطن کے عالم ارواح کی طرف متوجہ ہوا اور ہر طبقہ کی نسبت کو جُدا جُدا معلوم کیا اور اُن کے حاصل کرنے کا طریق مجکو بطور الہام کے معلوم ہوا۔ اُس میں سے کسی قدر میں اس کتاب میں لکھتا ہوں نسبتیں دو قسم کی ہیں ایک وہ کہ راہ جذب سے مشابہ ہے گویا کہ جذب کا ظل ہے دوسرے وہ کہ راہ وظیفہ اور اوراد کے قریب ہے گویا کہ اُن کا عطر ہے اور خلاصہ۔ اور بعض سلف اس دوسری قسم کی نسبت کو نسبت علیہ کہتے تھے اور اسی دوسری قسم میں سے نسبت انوار طہارت کی ہے اور اس نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص غسل کرنے اور خوشبو کے استعمال کرنے اور وضو کرنے اور نجاست کو اپنے جسم اور کپڑے سے دور کرنے میں مشغول رہتا ہے تو ایک طرح کی خوشی اور انشراح اور اُنس اپنے اندر پاتا ہے جو قوائے طبیعت کی قبیل

سے نہیں ہے بلکہ یہ سرور قوت ملکیہ کی میراث اور اُس کا پرتوا ہے اور جب یہ بات مکرر حاصل ہوتی ہے تو نفس کو اس کا ملکہ ہو جاتا ہے اور ایک ہیئت راسخہ اُس سے متحقق ہو جاتی ہے اور عارف اُس ہیئت کو پہچانتا ہے اور اُس سے لذت پاتا ہے اور جو حدث و جنابت طاری ہوتا ہے یا بدن اور کپڑا ناپاک ہوتا ہے تو بمقابلہ اُس انس کے انقباض اور وحشت حاصل ہوتی ہے اور قلق اور دل کی پریشانی جوش زن ہوتی ہے اور بُری باتیں اُس کے دل سے اُٹھتی ہیں پھر جس وقت کہ طہارت کی صورتوں سے متمسک ہوتا ہے پھر کیفیت مطلوبہ حاصل ہوتی ہے اور آرام اور سکون اپنی اندر پاتا ہے الغرض جب دونوں باتوں کو سمجھ لیتا ہے اور ایک سے ایذا اور دوسری سے رحت پاتا ہے تو اُس بات میں پڑ جاتا ہے کہ بکثرت طہارت کرے اور کثرت سے اُس کی کیفیت کا ملاحظہ کرے اور غسل اور وضو پر مواظبت رکھے اور یہاں سے ایک رستہ کشادہ ہو جاتا ہے حقیقت ملائکہ اور اُن کے اُنس اور سرور کی طرف اور اس وقت ایک دریا برف اور ٹھنڈک اور راحت سے بھرا ہوا پاتا ہے اور یہ شخص دنیا میں فرشتوں کی طرح ملہم ہوتا ہے اور اُس کیواسطے فرشتوں کو الہام ہوتا ہے کہ اُس کی رفاہیت میں کوشش کریں اور لوگوں کے دلوں میں اُس کی بھلائی کا الہام کریں اور اُس کی بھلائی کا سامان کریں اور یہ شخص دار آخرت میں فرشتوں سے شمار ہوتا ہے اور ایک ان میں سے ہو جاتا ہے اور اس نسبت کے حاصل ہونیکی اور دل میں قرار پکڑنے کی یہ نشانی ہے کہ واقعات ملکیہ بہت ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ خواب میں انوار کا دیکھنا اور سورج اور چاند کو دیکھنا کہ منہ میں آگیا ہے یا دل میں آگیا ہے اور اپنے بدن کو دیکھنا کہ مثل بلور اور جواہر کے صاف و شفاف ہے اور عمدہ عمدہ کھانے اور

اور دودھ پینا اور حریر کا لباس پہننا اور باغوں کی سیر کرنا وغیر ذلک بشرطیکہ ان واقعات میں اطمینان اور خوشی اور تازگی دلمیں ہو جس طرح کہ جاگتے ہوئے کوئی شخص بھوک میں کھانا کھاکر خوش ہوتا ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ اکثر یہ نسبتیں فی الجملہ باہم متلازم ہوتی ہیں پس جس شخص کو کہ نسبت عشق کی مثلاً کامل ہوجاتی ہے تو فی الجملہ طہارت کا بھی اُس میں تنبہ اور انبعاث ہوجاتا ہے اور جب اس نسبت کے آثار اپنے میں دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ محض انعام خداوندی ہے اور اسی طرح صاحب نسبت طہارت کا۔ جب مناسبت تامہ ملائکہ سے حاصل کرتا ہے اور لوح نفس کو پاکیزہ کرتا ہے تو بسا اوقات اُس میں عشق اور قلق منطبع ہوجاتا ہے اور نسبت عشقیہ کے آثار منبعث ہوتے ہیں اور اُس کو موہبت تصور کرتا ہے و علےٰ ہذا القیاس جس شخص نے کسی نسبت کے حاصل کرنے میں سعی کی ہے اُس کو کسبی جانتا ہے اور نسبتہائے ضمنی اور التزامی کے آثار موہبت قیاس کرتا ہے۔ کل حزب بما لدیھم فرحون اور جو شخص کہ نسبت طہارت کو نہیں جانتا ہے اُس کو چاہئے کہ خلوت میں جاوے اور غسل کرکے پارچہ جدید پہنے اور دو رکعت نماز اس طرح پر ادا کرے جس طرح کہ ہمنے علاجِ خطرات میں بیان کیا ہے۔ اور کثرت سے یا نور کا ذکر کرے اور غسل پر غسل اور وضو پر وضو کرتا جاوے اور یہ نماز پڑھ کر یہ ذکر کرتا جاوے اور ہمت اور کوشش کے ساتھ اپنے حال میں فکر کرے کہ بہ نسبت سابق کے کچھ فرق ہے یا نہیں ہم یقین کرتے ہیں کہ دو ساعت میں اس کو معلوم کرلے گا پھر اس کی محافظت اور نگہبانی میں کوشش کرے اور اُس کے نقصان رساں اور مخالف چیزوں سے پرہیز کرے اور حقیقت طہارت کی غسل اور وضو پر منحصر نہیں بلکہ بہت چیزیں ہیں جو غسل اور وضو کا حکم رکھتی ہیں جیساکہ صدقہ دینا اور فرشتوں اور بزرگوں کا

ذکر جمیل کرنا اور عامہ خلایق کے نفع کا کچھ کام کرنا جس سے وہ خوش ہوں اور دعا
کریں اور داڑھی اور لبوں کو اور دیگر شعائر اسلام کو دین کی معمولی اور مقررہ
شکل کے موافق مستحسن حالت پر رکھنا اور اُن کو پراگندہ نہ کرنا اور مواضع متبرکہ اور
مساجد اور بزرگان سلف کے مقابر پر معتکف ہونا اور لباس پاک اور سفید پہننا
اور خوشبو کا استعمال کرنا اور با وضو سونا اور سونے کے وقت ذکر آلہی کرنا
اور پریشان خطروں سے دل کو محفوظ رکھنا اور مواد موذیہ اور اخلاط ظلمانیہ کا بدن
سے استفراغ کرنا اور عمدہ ہوا اور خوشبو سے نفس کا راحت پانا اور اشیا رصالح
الکیلوس کا کھانا یہ سب چیزیں کیفیت طہارت کو پیدا کرتی ہیں یا قوت دیتی ہیں۔
اور مکروہ شیطانی صورتیں اور کلمات فحش بکنا اور سلف صالح کو طعنہ کرنا اور بیحیائی
کرنا اور حیوانات کو جفتی کرتے دیکھنا اور خوبصورت عورتوں اور امرد لڑکوں کے
پاس رہنا اور اپنی فکر کو اُن کی تعریف میں مشغول کرنا اور زیادہ دیر تک جماع کے
خطرہ کو دل میں ٹھیرانا اور قضا رحاجت براز کے لئے پائخانہ میں (ضرورتاً) جانے
سے زیادہ جماع میں مشغول رہنا۔ اور کتوں اور بندروں کے پاس رہنا اور امراض
جلدیہ مثل پتی اور خارش خشک اور تر اور داد کے اور امراض دمویہ یہ تمام اشیار صفت
طہارت کی مخالف ہیں اور جماع کہ اذیت شہوت کے دفع کرنے کے واسطے کیا
جاوے اُس میں اور اُس جماع میں بڑا تفاوت ہے جو بقصد لذت کے کیا جاوے
پہلا تو از قسم طہارت ہے اور دوسرا از قسم نجاست اشیار مذکورہ میں سے بعض اشیار کو
تو بالصراحت شرع میں طہارت اور نجاست بتایا ہے اور بعض کو اشارۃً اور کنایۃً
ذکر کیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب تفصیل ہم کو اپنے وجدان سے معلوم ہوئی ہے
واللہ اعلم بالصواب۔ دسواں قطرہ۔ منجملہ اُن نسبتوں کے نسبت سکینہ
ہے کہ ہم اُس کو نور طاعت بھی کہتے ہیں اور اُس کی تین شاخیں ہیں ایک شعبہ

حلاوت مناجات ہے اور حقیقت اُس کی یہ ہے کہ انسان خدا تبارک و تعالیٰ
کو جب ذکر اور نماز اور دعا اور استعاذہ کے ضمن میں یاد کرتا ہے تو اُس کو
بالضرور ان الفاظ اور افعال کے ضمن میں غیب کی طرف توجہ اور اضمحلال
حاصل ہوتا ہے اور نفس ناطقہ اس توجہ اجمالی ضمنی کا خوگر ہوجاتا ہے اور اس
سے لذت حاصل کرتا ہے اور اس کا ملکہ روح کے جوہر میں داخل ہوجاتا ہے
پس بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ذکر سے وہ شخص فی الحال ساکت اور خاموش
ہے۔ مگر اُس کا دل اُس کی کیفیت سے بھرا ہوا ہے اور چونکہ وہ توجہ اجمالی
ہے اس واسطے اُس کو حلاوت مناجات اور آرام دل اور رغبت ذکر یا
اور اسی قسم کے الفاظ کے سوا اور کسی لفظ اور عبارت کے ساتھ بیان نہیں
کرسکتے اور یہ شخص بکثرت ذکر کرنے میں اور دعا، اور استعاذہ میں برغبت
تمام مشغول ہوتا ہے اور اُس کے فائدہ کو بصیرت باطن سے مطالعہ کرتا
ہے اور جو تھوڑی دیر اُس میں مشغول نہ ہو تو اُس کا دل بیقرار ہوجاتا ہے
جیسا کہ کوئی شخص اپنے دوست سے جدا ہوجاتا ہے اور پھر جو اُس میں مشغول ہو
جاتا ہے تو پھر وہی حالت ہوجاتی ہے اور لذت پاتا ہے اور اس بات کے
حاصل کرنے کے واسطے حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح اور شام کے
ذکر اور دعائیں افتتاح صلوٰۃ کے اور رکوع اور سجود اور دنیا اور آخرت کی بھلائی
طلب کرنے میں اور ان دونوں کی برائی سے پناہ مانگنے میں الحاح کرنا شروع
فرمایا اور اس بارہ میں خدا تعالیٰ اور بندہ کے درمیان میں سوال جواب کا ملاحظہ
کرنے سے زیادہ کوئی چیز فائدہ مند نہیں ہی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے قسمت الصلوٰۃ[1]

[1] یہ حدیث قدسی ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ نماز کے اندر جو الحمد پڑھتے ہیں اُس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ یہ نماز میرے اور بندہ کے درمیان میں تقسیم کیگئی ہی جس وقت بندہ کہتا ہی الحمد للہ تو میں کہتا ہوں بندہ نے میری تعریف کی اور جب کہتا ہی الرحمن الرحیم مالک یوم الدین تو میں کہتا ہوں کہ بندہ نے میری تعظیم اور تمجید کی اور جب کہتا ہی کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین تو میں کہتا ہوں کہ یہ معاملہ میرے اور بندہ کے درمیان میں ہی اور جب کہتا ہے اہدنا الصراط المستقیم الخ تو میں کہتا ہوں کہ یہ بندہ کے حق میں ہی اور جو کچھ یہ مانگتا ہی میں نے اس کو دیا۔ اس قسم کے الفاظ ہیں حدیث کی واللہ اعلم بالصواب (مترجم)

بینی وبین عبدی الحدیث اور جو شخص یہ نسبت حاصل کرنا چاہے اُس کو ضرور ہے کہ طویل سجدے کرے اور دعاء اور استعاذہ میں الحاح کرے اور ذکر بکثرت کرے اسی ضمن میں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبر دل علیہم السلام نے افعال تعظیمیہ اور اقوال دعائیہ کے ضمن میں بھی ذات پاک کے تفکر کا امر فرمایا ہے نہ بدون اس کے اور روش صحابہ اور تابعین رض کی بھی یہی تھی۔ اور ایک شعبہ شمول رحمت کا ہے اور اُس کا بیان موقوف ہے ایک مقدمہ پر اور وہ یہ ہے کہ جاننا چاہیئے کہ جس وقت نفس ناطقہ ملائکہ سے الہام قبول کرتا ہے خواہ بسبب استعداد کسبی کے یا جبلی کے تو بیشک اُس کے کمال نفس کی کائنات ظاہر ہو جاتی ہے اور اُس کی قوت بہیمیہ کا اشتعال بجھ جاتا ہے یعنی قوت بہیمیہ پر قوت ملکیہ کا ایک قسم کا رنگ چڑھ جاتا ہے نہ یہ کہ معدوم اور نقصان پذیر ہو جاوے اور کمالات انسانیہ میں سے یہ بہت بڑا کمال ہے اور جو شخص کہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے اُس کو راحت اور تازگی اور پاکیزگی کا بے انتہا دریا بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے جس قدر اس میں سے پیتا ہے اُسی قدر زیادہ پیاس لگتی ہے۔ شعر

تعالی اللہ زہے دریائے پُر شور	کزو بر تشنہ آرد تشنگی زور
اگر از وے تشنۂ صد جرعہ نوشد	برائے جرعۂ دیگر خروشد
گذشت ایں گفتگو از چون و از چند	نہ آب آخر شود نے تشنہ خرسند

الغرض اللہ تعالیٰ شانہ نے اُس کو مجاہدہ پر موقوف کیا ہے۔ ذکی اور غبی عام اور خاص اُس میں سب برابر ہیں۔ اور انبیار علیہم السلام کی زبان سے اُس مجاہدہ کو بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دل سے سچے اور صحیح عقیدے پر مضبوط ہونا۔ اور جسم کو اُن افعال کا خوگر کرنا کہ ملاء اعلےٰ کے ذہن میں اُن افعال کی صورتیں

مدت سے قرار گزیں ہیں اور اُن کی پسندیدگی (بشکل تجلی نورانی) تمامتر اُن کی طرف
متوجہ ہے اور اعتقاد مذکور سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق مستقیم
رہنے کا عزم بالجزم کرنا اور اپنے آپ کو بالکل راہ مستقیم کی طرف متوجہ کرنا اور
اُسی کا نام صحت نفسانیہ ہے اور جو فرشتے کہ انسان کی تکمیل کی طرف متوجہ ہیں
اُنہوں نے اس امر کی تصویر (یعنی رضاء الٰہی و توجہ راہ مستقیم کی) اپنے ذہن
میں اس طرح بنا رکھی ہے جس طرح انسانوں میں سے کوئی شخص ایک پلنگ
یا تخت ایک خاص طور کا بنانا چاہتا ہے اور اپنے دل میں سوچتا ہے کہ وہ ایسا
اور ایسا ہو تو اُس تخت کی شکل اُس کے ذہن میں ایسی مستقر ہو جاتی ہے کہ
گویا اُس کو دیکھتا ہے اور اعمال مذکور سے مراد وہ افعال ہیں کہ جن کے ذریعہ سے
صالحین سلف کا ہر ایک طبقہ تقرب الی اللہ حاصل کرتا رہا اور اُن کے اعمال
نامے اُن سے پُر ہو گئے اور اسی وجہ سے ملائکہ مقربین کے ذہن میں اُن کی
صورتیں مستقر ہو گئیں پس جبکہ یہ شخص اُن افعال کو عمل میں لاتا ہے تو جس طرح
کا استحسان اور رضا اور خوشی کہ ملائکہ اور مقربین کی اذہان میں مستقر تھی اُسی
طرح کی اس میں بھی سرایت کر جاتی ہیں اور چونکہ یہ صورتیں جو اُس کے ذہن میں
مستقر ہوئی ہیں وہی صورتیں ہیں جو کہ ملائکہ مقربین کی اذہان عالیہ میں مستقر تھیں
تو بیشک ان کے پائے جانے سے قابلیت الہام میں یہ شخص مشابہ ملائکہ مقربین
کا ہو جاتا ہے اور وہی فائدہ دیتا ہے کبھی ان افعال کی صورت رضا و استحسان
کو زمین والے فرشتے ملاء اعلیٰ سے قبول کر لیتے ہیں اور ذاکرین کے گرداگرد حلقہ
کرتے ہیں یا اُن کے واسطے اپنے بازو بچھاتے ہیں اور آدمیوں اور چوپاؤں
کے دلوں میں القا کرتے ہیں کہ اس کو ہر طرف سے نفع پہنچاویں اور اس کا
ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی جان و مال اور اولاد میں برکت اور خیریت اور رفاہیت

اور عافیت حاصل ہوتی ہے جب یہ مقدمہ مرتب ہوگیا تو جاننا چاہیئے کہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ذکر کی مجلس میں علی الخصوص مساجد متبرکہ میں جبکہ لوگوں کی جماعت ذکر اور نماز میں مشغول ہوجاتی ہے تو تھوڑی دیر نہیں گذرتی کہ ملائکہ کی برکت مثل ہوا پاکیزہ کے چلتی ہے اور اُن کی جانوں کو احاطہ کرلیتی ہے عام ہے اس امر سے کہ حضور اور مناجات کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں یا نہیں اور نیز دیکھا گیا ہے کہ جو ذکر اسم پاک اللہ کا شد اور ترتیل کے ساتھ کہتا ہے تو اس اسم مبارک کی صورت مثل شعلہ نور کے ملائکہ موکلہ بذکر کے نفوس میں منطبع ہوگئی اور جو ذکر مذکور کو بکثرت کرتا رہتا ہے اُن نفوس سے منطبع ہوجاتی ہے۔ اُن نفوس میں جو کہ اُن سے اوپر ہیں اور اسی طرح چڑھتی جاتی ہے یہانتک کہ خطیرۃ القدس میں پہنچتی ہے اور تجلی الہی جو کہ شخص اکبر کے واسطے بمنزلہ قلب کے ہے وہاں جاکر ٹھیر جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا صعد بھا ملک فحیی بھا وجہ الرحمن اس سے یہی مراد ہے واللہ اعلم اور بعض وقت دیکھا گیا ہے کہ گرداگرد ذاکر کے تمام جگہ کو نورنی احاطہ کرلیا اور وہ تمام جگہ نورانی کیفیت سے مکیف ہوگئی واللہ علم۔ اور اسی وجہ سے شارع نے نماز میں حضور کو شرط نہیں فرمایا اور بہت سی عبادتیں اکثر اوقات تشکل مناجات کی نہیں ہیں جیسا کہ قربانی اور طواف کعبہ شریف کا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنی اور کعبہ شریف پر نظر ڈالنی اور صوم اور صدقہ اور جہاد اور عیادت مریض اور اتباع جنازہ اور ان کی مثل مگر باوجود اس کے اس قسم کی برکت پیدا کرتی ہیں اور اسی سبب سے مطلوب ہیں۔ الغرض رفتہ رفتہ جوہر نفس کا اس رنگ کو قبول کرلیتا ہے اور ملکہ ہوجاتا ہے اور میرے نزدیک حدیث ذیل یعنی ماتقرب[1]

[1] جن چیزوں کے ذریعہ سے بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے اُن میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ بہ نسبت عبادات مفروضہ کے وہ مجھ کو زیادہ پسند ہو اور نوافل کے ذریعہ سے تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اُس کے کان آنکھ ہاتھ پیر میں ہوجاتا ہوں پس مجھ سے سنتا ہے۔ تا آخر حدیث۔ ۱۲ مترجم

الی عبد بشئی احب الی مما افترضتہ ولا یزال الخ الحدیث کے یہ معنے ہیں کہ چونکہ یہ صف فرایض میں زیادہ ہے تو بالضرور ملائکہ مقربین کی محبت کے ضمن میں حق سبحانہ تعالیٰ شانہ کی محبت اُس طرف زیادہ مصروف ہو اور نوافل کی کثرت کے سبب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نور در ضمن نور ملائکہ کے اس شخص کی روح میں داخل ہوتا ہے اور اُس کا قیوم ہو جاتا ہے پس اُس کی دعا قبول ہوتی ہو اور مکروہات سے محفوظ رہتا ہے اور یہ بات بہت بار دیکھی گئی مثل اُس کپڑے کی کہ اُس کو شکل شیر یا مچھلی کے بناویں اور اُس میں پاکیزہ ہوا داخل ہو کر پُر ہو جاوے اور اُس کو حرکت دے اور اس ہوا میں اجزائے مائی ہوں اور اس پانی کا اثر شیر اور مچھلی کے تمام بدن میں سرایت کرے۔ شعر

باہمہ شیران و لے شیر علم جنبشش از باد باشد دمبدم

وللہ المثل الاعلےٰ۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے اس طرح پڑھا ہے مثل[1] نورہ فی قلب المؤمن کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ الایہ۔ شعبہ ثالثہ انوار الٰہی کے نور میں رنگا جانا ہے۔ اس کی حقیقت کا بیان بھی ایک مقدمہ پر موقوف ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ اسمائے الٰہی خواہ بسیط ہوں یا مرکب عالم مثال میں ان کی اشخاص معینہ ہیں اور مراد اسماء بسیط سے اسماء ہیں مثل یا اللہ یا رحمن یا رحیم کے اور اسماء مرکبہ سے وہ آیتیں اور دعائیں مراد ہیں جو صفات خداوندی پر دلالت کرتی ہیں مثل آیۃ الکرسی اور قل ھو اللہ احد اور آخر سورہ حشر کے میں نے جو غور سے نظر کی تو معلوم ہوا کہ اُن اشخاص کے بدن کا عنصر تو ملا اعلےٰ کے تخیل کی قوت مثالیہ ہے اور اُن کی روح صفات ذاتیہ اور اضافیہ

---

[1] مومن کے دل میں اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک طاق ہے اُس میں چراغ ہے اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے۔ الخ

ہیں اور وہ اشخاص بالکل نور در نور ہیں جب یہ مقدمہ مذکور ہو چکا تو سمجھو کہ بندہ مومن
جس وقت اُن اسما کو نیت صادقہ کے ساتھ پڑھتا ہے اور کمال توجہ اس طرف
رکھتا ہے اور اپنے دل کو ان اسمار کی محافظت پر مقید رکھتا ہے تو اُس پر اُن شخاص
مثالیہ کی طرف سے ایک دروازہ کشادہ ہو جاتا ہے اور وہاں سے نور اور برف اور
خنکی ٹپکتی ہے اور لذت حاصل ہوتی ہے جس قدر لذت زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر
ہمت کا مصروف کرنا زیادہ تر ہوتا ہے اور جس قدر ہمت زیادہ مصروف ہوتی
ہے اُسی قدر یہ انوار زیادہ ظاہر ہوتے ہیں اور اسی واسطے انبیار علیہم السلام نے
ادعیہ ماثورہ کے صیغوں کی محافظت کا امر فرمایا ہے اور بعض اسمار کا نام اسم اعظم
رکھا ہے اور دعاؤں کے خواص بیان کئے ہیں بغیر ملاحظہ اس امر کے کہ اس دعا مانگنے
والے نے معرفت مختصہ اوس کے پیدا کی ہے یا نہیں بہت بار ذکر کی مجلسوں میں
دیکھا گیا ہے کہ اسم اللہ ذاکر کی زبان سے نکلتا ہے اور اُس سے ایک بہت بزرگ
حقیقت جوش زن ہوتی ہے اور ذاکر کے دل کو احاطہ کرتی ہے اور اُس حقیقت
سے ذات پاک تک ایک سڑک کھلی ہوئی ہے۔ الغرض عبادات میں یہ تینوں شعبے
موجود ہیں اگرچہ اس کے بعد عبادتیں مختلف ہوں بعض میں مناجات کی حلاوت
زیادہ ہے اور بعض دیگر میں شامل ہونا انوار رحمت کا زیادہ ہے اور بعض میں انوار
اسمار الٰہی کے زیادہ ہیں۔ مجھ کو معلوم کرایا گیا ہے کہ مجذوب اور غیر مجذوب عالم
برزخ میں اور قیامت کے دن اور بعد اس کے سب برابر ہوں گے جس طرح پر کہ
دنیا میں عارف باللہ اور عبادت سے گھبرانیوالا احکام شرعی اور عرفی میں برابر ہیں
کسی کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں ہے البتہ مجذوب کی مجذوبیت فی حد ذاتہ خود
ایک کمال ہے اُس کے حق میں درمیان اُس کے اور درمیان خدا تعالیٰ کے
اُس کو کسی دوسرے فائدے کے واسطے حاصل نہیں کیا ہے بلکہ مقصود لذاتہ ہے

اور قیامت میں علو درجات کا ہونا اسی نسبت سکینہ کا اثر ہے اور میں اُس شخص سے تعجب کرتا ہوں جو اس نسبت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور یہ کہتا ہے کہ مجھکو یہ نسبت علیہ تشویش میں ڈالتی ہے اور اُس کو اپنے کاروبار کی مانع جانتا ہے کیا اُس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ صحابہ کرام اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں اور تابعین میں بھی نسبت روشن تر تھی البتہ ہر شخص اپنے اپنے حصے میں جو خدا تعالی کی طرف سے اُس کو ملا ہے خوش ہے کل حزب بما لدیھم فرحون

قطرہ گیارھواں - اور منجملہ اُن نسبتوں کے جو کہ مشایخ کے نزدیک معتبر ہیں ایک نسبت اویسیت کی ہے کہ دونوں قسموں (یعنی جذب و سلوک) میں برزخ کی مثل ہے اور دونوں طرف ربط رکھتی ہے اور اُسکی حقیقت یہ ہے کہ انسان کا نفس ناطقہ روحانیہ اور جسمانیہ کیفیتیں منطبع ہونیکے واسطے بمنزلہ ایک آئینہ کی ہے اور ہر کیفیت کیواسطے ایک خاص استعداد ہے اور ان دونوں استعدادوں (یعنی روحانیہ و جسمانیہ) میں پوری منافات ہے اور ان روحانی کیفیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جو نفوس انسانیہ کہ ناسوت کی پستی سے ملکوت کی بلندی پر منتقل ہو گئے ہیں اور جنہیں ناپاک صورت کو چھوڑکر کیفیات طیبات کے اُٹھانیوالے اور اُس میں فنا ہو گئے ہیں جس طرح کہ ایک مشک میں زور سے ہوا پھونک دیں یہانتک کہ خوب پھول جاوے اور پانی میں نہ ڈوبے اُن میں سے ایک رنگ اُس شخص کے نفس میں منطبع ہو جاوے پس اس شخص کو ان ارواح طیبات کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت ہو جاتی ہے اور اُن کی کیفیات اس نفس میں ظاہر ہوتی ہیں مثل انس اور انشراح اور انجذاب بجانب غیب اور انکشاف اشیاء کے جو اوروں سے مستتر ہوں عام اس سے کہ اِس کو مناسبت ارواح انبیاء علیہم السلام سے ہو یا اولیاء امت سے یا ملائکہ اور کبھی کسی خاص روح کے ساتھ اسوجہ سے حاصل ہو جاتی ہے کہ اُس کی خوبیاں سنکر اُس سے ایک قسم کی خاص

محبت ہو جاوے اور وہ محبت باعث ہو گئی اس کی کہ درمیان اس کے اور درمیان
اُس روح کے ایک راستہ کھل گیا یا اس سبب سے کہ وہ روح اُس کے پیر کی ہے
یا دادا پیر کی اور اُس میں اپنے منتسبان کی نسبت ہمت ارشاد موجود ہے یا قدرتی
طور سے اس کی روح کو اُس سے مناسبت ہے اور اس میں نہایت دقّت ہے۔
پس یہ شخص اُس کو خواب میں دیکھتا ہے اور اُس سے مستفید ہوتا ہے اور میں جو عالم
ارواح کی طرف متوجہ ہوا اُس جگہ چند طبقہ پائے۔ ایک طبقہ ملاءِ اعلےٰ کا اور وہاں
ملائکہ علویہ تھے جو مدبر امور ہیں مثل جبرئیل اور میکائیل کے اور بعض نفوس نبی آدم
کو دیکھا کہ اُن کے ساتھ مل گئے ہیں اور ان کے ہمرنگ ہو گئے ہیں اُن کے ایسی
ہونے کی یہ خاصیت ہے کہ صورت علیہ حضرت مبدا کی اس طرح پر کہ کمالات ابداع
اور خلق اور تدبیر اور تدلی کو مشتمل ہو اس کے لوح نفس میں دفعۃً واحدۃً منطبع ہو جاتی
ہے اور یہ علم اُس کو بغیر قصد اور اختیار کے اور بغیر توجہ اور اعمال فکریہ کے حاصل
ہو جاتا ہے اور بسا اوقات تدبیرات کلیہ اور احکام اور قضایا جو کہ خطیرۃ القدس میں پائے
جاتے ہیں وہ اس میں منطبع ہو جاتے ہیں اور اکثر انبیاء علیہ السلام کو یہ نسبت حاصل
ہوتی ہے اور اُن کے علوم اکثر اسی جگہ سے نکلتے ہیں۔ طبقۂ دوم ملاءِ سافل کا
اور اس نسبت کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کو خواب میں اور بیداری میں ملائکہ
آتے جاتے اور جس کام پر وہ معمور ہیں وہ کام کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور یہ
ان کو دیکھتا ہے۔ اور پہچانتا ہے۔ اور تیسرا طبقہ ارواح مشایخ صوفیہ کا۔ مجتمع ہوں
یا جدے جدے اور جس کو یہ نسبت ہوتی ہے اُس کو بالضرور ان ارواح کی نسبت
محبت اور عشق حاصل ہوتا ہے اور فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے اور یہ بھید اُس کے تمام
احوال میں داخل ہو جاتا ہے جس طرح پر کہ پانی کو کسی درخت کی جڑ میں ڈالدیتے
ہیں اور اُس کی تازگی ہر ایک شاخ اور برگ اور گل اور ثمر میں سرایت کرجاتی

ہے اور ہر شخص میں ایک دوسری ہی طرح کا حال اور واقعہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی واسطے مشایخ کے عرس[1] کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کی قبور کی زیارت پر مداومت اور اُن کی فاتحہ پڑھنے کا اور اُن کے واسطے صدقہ دینے کا التزام کیا جاتا ہے اور اُن کے آثار اور اولاد و منتسبان کی تعظیم کی طرف نہایت توجہ کیجاتی ہے۔ الغرض جس طرح کہ کوئی شخص جب جوان ہوتا ہے اور مادہ منی کا اُس میں پیدا ہوتا ہے تو اُس کو خود بخود زوجہ کی طلب ہوتی ہے اور اُس کی محبت اور عشق کرتا ہے اگرچہ اُس نے کسی سے یہ کیفیت نہ دیکھی ہو اور نہ سنی ہو اسی طرح سے جب کسی کو کوئی نسبت حاصل ہوتی ہے تو اُس کے آثار اُسمیں خود بخود موجود ہو جاتے ہیں اگرچہ اُس نے کسی سے دیکھے یا سنے نہوں اور اس نسبت کی ثمرات میں سے ہے اُس جماعت کو خواب میں دیکھنا اور اُن سے فائدے اُٹھانے اور تنگی اور مصیبت میں اُس جماعت کا ظاہر ہونا اور اُن کے ذریعے سے حل مشکلات کا ہونا اور اسی قسم کی باتیں۔ جاننا چاہیئے کہ اُن ارواح کے ساتھ صاحب نسبت اویسیہ کو ایک خاص طرح کا ربط حاصل ہوتا ہے جو اس شخص کی روح میں مندرج ہوتا ہے۔ اور خواب اور بیداری میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لیکن جب یہ شخص سو جاتا ہے اور حواس ظاہرہ اپنے کاروبار سے فارغ ہو جاتے ہیں اور احکام طبعیہ سے فی الجملہ خلاصی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو وہی دل میں چھپی ہوئی صورت ظاہر ہوتی ہے اور اس کی توجہ خاصکر اُسی کی طرف مائل ہو جاتی ہے تو عجیب عجیب چیزیں اور رنگ برنگ کے معاملے ظاہر ہوتے ہیں الغرض نسبت اویسیہ خواہ کسی قسم کی ہو اُس کے آثار میں سے ہی واقعات اور مبشرات کا خواب میں دیکھنا اور یہ کہ لوگ اُس کی نسبت ایسے خواب دیکھیں جن کے باعث اُس کی عظمت اور بزرگی کا اعتقاد ہو اور اُس کو قبول کریں اور تنگی و سختی میں اُس کو غیب سے مدد حاصل ہوتی ہے اور معاش

---

[1] یہ امور باتباع شرع اور ترک منکرات رسمیہ کیئے جاویں گے تو موجب مرضیات الٰہی کے ہونگے والا فلا جیسا تیسرے قطرے میں مولانا نے بتصریح بیان کیا ہے اور قطرہ سولہویں اور بیسویں وغیرہ میں بھی اس کا ذکر ہے ۱۲ مترجم

کے بارے میں بھی اکثر تائید غیبی ہوتی ہے اور جو لوگ بدون پیر ظاہر کے کسی خاندان کے طریقہ پر عمل کرتے ہیں اور کچھ جذب و راحت اُن کو معلوم ہوتی ہے اور باوجود کثرت اسباب غفلت کی اُن کا انجذاب دل رفع نہیں ہوتا غالباً یہ لوگ ارواح کی مناسبت سے خالی نہیں ہیں اگرچہ بتفصیل وہ اُس کو پہچانیں یا نہ پہچانیں - اور جب تک کہ اولیا امت کی ارواح طیبہ کثرت کیساتھ جو میں (یعنی زمین اور آسمان کے درمیان میں) جمع نہیں ہوئی تھی اور جوّ اُن سے پُر نہیں ہوا تھا جن اشخاص میں اس نسبت کی استعداد پائی جاتی تھی اُن کو یہ نسبت ملائکہ مقربین سے حاصل ہوتی تھی اور اس طرف سے علوم نبوت اور حکمت کی برسی تھی اور ان میں سے جو شخص واسطے ہدایت خلق کے مبعوث ہوتا تھا اُس کو نبی کہتے تھے اور نہیں تو حکیم اور محدث پھر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونیکے وقت جو ایک حصہ عالم مثال کا اس عالم کی طرف متوجہ ہوا اور جوّ اُس سے پُر ہو گیا اور اولیا امت کی ارواح طیبہ بھی وہاں پر بہت پیدا ہو گئیں وہ کیفیت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئی جیسا کہ ابر غلیظ ہو کر جم جاتا ہے تو آفتاب کے دیکھنے سے مانع ہو جاتا اور جو بھید خداوندی کہ اس عالم میں ظہور پذیر ہوتا ہے تو بالضرور اُس کی کوئی شکل اور صورت خاص اسی عالم سے ہوتی ہے جس کے ذریعے سے اُس کا کچھ نام مقرر کیا جاتا ہے اور اس وجہ سے عالم غیب کی توجہ اس شخص میں متشکل ہوتی ہے اور اس برزہ مثالیہ کی شکل حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی امت میں سے جس شخص نے کہ سب سے پیشتر جذب کا دروازہ کھولا ہے اور اُس جگہ قدم رکھا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور اسی واسطے طریقوں کے سلسلے آپ ہی تک راجع ہوتے ہیں اور حقیقت میں بطور روایت کے سلسلوں کا رجوع حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی طرف ثابت نہیں ہوتا اور حضرت خواجہ حسن بصری کو آپ کے ساتھ کوئی ایسی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی جو دیگر صحابہ کرام کے ساتھ نہو مگر باوجود اس کے تمام صوفیا رکرام قاطبۃً طبقہ بعد طبقہ اپنے سلسلے کو آپ کی طرف رجوع کرنے میں

متفق ہیں اور ہر ایک طبقہ کے صوفیوں نے اس پر اتفاق کرلیا ہے تو بالضرور یہ اتفاق
کرنا بے وجہ نہیں ہوسکتا اور وہ وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ تمام امت میں سے آپ
اوّل مجذوب ہیں اور تمام اولیاء اللہ اور اصحاب طرق میں سے جو شخص کہ راہ جذب
میں قوی تر ہے اور جس نے کہ بعد تمام کرنے راہ جذب کے کامل ترین وجوہ کے
ساتھ اس نسبت کی اصل کی طرف توجہ کی اور اس میں بوجہ اتم قدم رکھا ہے حضرت
شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اسی واسطے مشائخ نے کہا ہے کہ آپ
اپنی قبر میں زندوں کی مثل تصرف کرتے ہیں مجھکو معلوم کرایا گیا ہے کہ طریق حضرت پیران پیر
رحمت اللہ علیہ کا یہ ہے کہ جذب کا طریق طے کرکے اس نسبت کے جوہر میں زنگا جاوی اور
نیز تمام ملت مصطفویہ میں علے الخصوص اس زمانہ میں کوئی شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اور حضرت پیران پیر سے خوارق میں زیادہ مشہور نہیں ہے اور یہ بات مقتضے اس امر
کی ہے کہ عالم غیب کی توجہ کو اپنی طرف ان حضرات کی شکل میں سمجھیں اور باطن کی
نظر سے دیکھیں۔ الغرض یہ اسباب مقتضی اس بات کے ہیں کہ اگر آج کسی شخص کو کسی
خاص روح کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاوے اور وہاں سے فیض حاصل کرے تو اکثر
یہ اس قسم کا فیض خالی اس سے نہیں ہے کہ یا تو خود حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے یا حضرت غوث جیلانی سے اور جو
لوگ کہ اور ارواح سے نسبت رکھتے ہیں اس خصوصیت کا باعث یا تو وہ اسباب
عارضہ ہیں جو قابل کی طرف سے سلسلہ جنبان ہوئے ہیں مثل اس کے کہ وہ شخص
اُس بزرگ سے محبت بہت رکھتا ہے اور اُس کی قبر پر کثرت سے جاتا ہے اور یا وہ
اسباب طاریہ ہیں جو فاعل کی طرف سے سلسلہ جنبان ہوگئے ہیں مثل اس کی کہ اُس
بزرگ کی ہمت تو یہ تھی اور اپنی منتسبانی کی تربیت کا اُس کو زیادہ خیال تھا اور وہ
ہمت بعد از مرگ اُس کی روح میں ابتک باقی ہے اور بارہا ایسا ہی ہوتا ہے کہ شخص

باالاجمال عالم ارواح کا ادیسی ہوتا ہے لیکن اُس شخص کو بسبب بعض تعلقات کے
کسی خاص شخص کی شکل کے ساتھ یہ تعلق محسوس ہوتا ہے اور میں خود جو ارواح مشایخ کی
طرف متوجہ ہوا تو اس توجہ کا اثر اپنے اندر چند طرح کا پایا منجملہ اُس کے قوائے طبعیۂ بہیمیہ کا
اضمحلال ہے اور مجھکو معلوم کرایا گیا ہے کہ اکثر جب مشایخ صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کو چار پانسو
سال یا اس کے قریب عرصہ گذر جاتا ہے تو قوائے طبعیہ اون کی جو تجرید کے چھپانیوالے تھے
وہ مٹ جاتے ہیں اور اُن کی ارواح میں اجزائے نسمیہ کے منتشر ہونے اور پھیل جانے
کی کیفیت غالب آجاتی ہے اور جب میں خود اُن کی قبور کی طرف متوجہ ہوا تو میری روح پر
اُن کی طرف سے ایک ایسا رنگ ظاہر ہوا جیسا کہ کسی مرطوب چیز پر آفتاب کی دھوپ
پڑتی ہے تو وہ رطوبت تحلیل ہوکر پانی کی طرح قطرہ قطرہ ٹپکنے لگتی ہے اور منجملہ اُن کے ایک
یہ کیفیت ہے کہ اس شخص کی روح بمنزلہ ایک حوض پرآب کے ہے جس کو آفتاب کے نور نے
اندر اور باہر سے احاطہ کیا ہے اور وہ تمام روشن ہو جاوے اسی طرح سے یاد داشت اور توجہ
بجانب غیب اس میں ظہور کرتی ہے اور اس کو ہر طرف سے احاطہ کرتی ہے۔ اس گفتگو
کے درمیان میں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ارواح کی طرف متوجہ ہونیکا اثر دو قسم سے ہوتا ہے
ایک یہ کہ یہ شخص اپنی روح کو اُس حقیقت سے متصل کر دے جو قبر کے اندر ہے اور اسکی
روح وہاں سے کچھ رنگ معلوم کرے اور اس رنگ میں تامل کر کے حقیقت حال کی معلوم
کرے جس طرح کہ کسی چیز کا سایہ دیکھکر آفتاب کا چڑھنا معلوم کرے یا کسی شخص کا چہرہ آئینہ
میں دیکھ کر اُس کو معلوم کرے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اپنی روح کے ذریعہ سے اُس قبر
کو جھانکے اور اُس کی کیفیت معلوم کرے جس طرح کوئی (نظاہری) آنکھ کھولکر اُس
چیز کو دیکھ لیتا ہے جو اُس کے منہ کے سامنے ہے (یہاں نظر سے نظر باطن مراد ہے)
اور نیز جاننا چاہیئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اول فطرت سے اُن ملائکہ مقربین کے
ساتھ مناسبت ہوتی ہے جو کہ مدبر امور ہیں اور اسی مناسبت کیوجہ سے ان پر ایک راہ

کشادہ ہوجاتی ہے اُس تجلی کی طرف جو حضرت حق سبحانہ وتعالی نے شخص اکبر کے مدارک میں اور افلاک و ملا اعلےٰ کے نفوس میں تجلی فرمائی ہے اور وہاں سے وہ تجلی منتقل ہوتی ہے اُن کے نفوس میں اور وہ صورت علمیہ انبیاء علیہم السلام کو تمام معارف تفصیلیہ سے بے پرواہ کردیتی ہے اور اُن کا طریقہ راہ جذب اور سلوک سے جدا ہوتا ہے اور جو شخص کہ اُن کے کلام کو مسائل وحدت الوجود کے موافق تاویل کرتا ہے اُس نے اُن کو نہیں پہچانا اور اُن کی راہ کو معلوم نہیں کیا قطرہ بائیسواں اور منجملہ ان نسبتوں کے کہ جذب سے تعلق رکھتی ہیں یادداشت کی نسبت ہے اور اس کی تعریف موقوف ہے ایک مقدمہ پر جاننا چاہیئے کہ جو چیز کہ ہمارا علم اُس سے تعلق رکھتا ہے خواہ وہ چیز مجرد ہو یا متحیز[1] یا متحیز کی متعلقات سے جس وقت ہمارا علم اُس سے متعلق ہوتا ہے اُس کی صورت ہمارے لوح ذہن[2] میں ضرور ہی منقش ہوجاتی ہے اور وہ صورت اُس شئے کے انکشاف کا باعث ہوتی ہے اور علم کے وقت میں التفات کی نظر اس صورت سے تجاوز کرکے اُس حقیقت سے ملجاتی ہے جس طرح کہ نظر عینک سے تجاوز کرکے اصل مرئی پر پہنچ جاتی ہے اور عینک کا ہونا نا ہونا التفات کی نظر میں نہیں رہتا یا یوں سمجھئے کہ پانی کے کنارے پر درخت کھڑا ہے اور اُس کی شکل پانی میں نظر آتی ہے اور دیکھنے والے کی التفات پانی کی طرف بالکل نہیں رہتی اور اسی موقع پر قدما حکما کو یہ زعم ہوگیا کہ علم کے وقت نفس ناطقہ معلوم کے ساتھ متحد ہوجاتا ہے اور متاخرین حکما نے گمان کیا کہ صورت علمیہ عین معلوم کی ہے الغرض

[1] متحیز وہ جوہر ہے کہ اُس کے موجود ہونے میں ایک جگہ معین ہونیکی ضرورت ہو یعنی طول عرض و عمق کسی مقدار معین میں پایا جاوے جیسا کہ جسم پس ہر ایک جسم متحیز ہے اور متعلقات متحیز کے وہ عوارضات ہیں جو اُس میں راسخ ہوکر پائے جاویں جیسے کہ جسم کی سیاہی اور سپیدی گرمی و سردی وغیرہ اور مجرد وہ ہوتا ہے کہ ان دونوں سے بری ہو جیسا کہ واجب الوجود تعالی شانہ اور عقول مجردہ - ۱۲ - مترجم -

[2] اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک حصول اشیاء باشباحہا صحیح ہے اور بانفسہا صحیح نہیں ہے - ۱۲ - مترجم -

جسوقت صورت علمیہ کسی چیز کے ذہن میں آتی ہے اُس وقت دو حالتیں پیش آتی ہیں ایک یہ کہ التفات بالکل معلوم کی طرف ہو اور وہ صورت علمیہ بمنزلہ عینک کے ہو اس حالت کا نام تو علم شئے ہے اور دوسری یہ کہ توجہ بالکل اس صورت علمیہ کی طرف مصروف ہو اور وہ حقیقت صرف اجمالی اور طبعی طور پر ملتفت الیہ ہو اس حالت کا نام علم العلم ہے اور بیشک دوسری حالت بہت قریب ہے حالت اولی سے اور اُس کی نگہداشت حالت اولی کے واسطے مستعد کرتی ہے اور اُس کے پوشیدہ ہونیکے بعد اُس کا خلیفہ اور قائم مقام ہے اور تجلی صوری ظاہر ہونیکے وقت جب حواس ظاہرہ اپنے شغلوں سے راحت پاتے ہیں تو وہ صورت روح کی ملتفت الیہ ہوتی ہے اور آنکھ کے سامنے رہتی ہے اور یہ حالت خواب کیساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ بہت بار جاگتے ہوئے حواس کو استراحت ہوتی ہو اور تجلی صوری دکھائی دیتی ہے اور یہ بات بھی ضروری نہیں ہے کہ یہ صورت علمیہ بدون شکل اور بدون تکیف اور تحیز کے نصب العین نہ ہو بلکہ انسان میں دو قوتیں رکھی گئی ہیں ایک قوت متخیلہ جو کہ اشیاء کی شکل اور صورت بناتی ہے اگرچہ وہ اشیاء نفس الامر میں کچھ شکل اور صورت نہ رکھتی ہوں مثلاً قوت غضبیہ کو شکل درندے کی تصور کرتی ہے اور قوت طمع کو کوّے کی صورت میں خیال کرتی ہے - دوسری قوت متوہمہ جو کہ اشیاء کو معانی بناتی ہے جیسا کہ ہم کو ایک شخص کا خیال آیا جس کو کہ ہم نے سال گذشتہ میں دیکھا تھا مگر ابھی تک اُس کی صورت شخصی یاد نہیں ہے اُس کے یاد کرنے کے مشتاق ہیں تو اس حالت میں اول تو اُس کا تصور بطور کلی کے ہوگا جو کثیرین پر صادق آتی ہی پھر آہستہ آہستہ اُس کی شکل جزئی حاضر ہوتی ہے جو مخصوص ہے اُس شخص خاص کے ساتھ اور اسی طرح بعض مرتبہ حافظ قرآن کو کوئی آیۃ بالاجمال یاد آتی ہے کہ ایسی ایسی آیت فلاں سورۃ میں ہے اور اس وقت میں ایک ایسی اجمالی صورت ذہن میں آتی ہے کہ بہت سی آیتیں اُس کا مظہر اور اُس کی شکل ہو سکتی ہیں بیشک ہم نے اس وقت تحیز کو معنے کرلیا جیسا کہ پہلی حالت

میں معنے کو شکل کرلیا ہے اور مفہومات سلبیہ کو معلوم کرنا اور افراد جزئیہ میں سے کلیات کا
انتزاع کرنا یہ سب کچھ اسی قوت متوہمہ کی نیرنگیاں ہیں جب یہ مقدمہ واضح ہوگیا تو سمجھو
کہ کبھی کبھی عارف مجذوب بے نشانی کے معنے معلوم کرنیکے بعد اپنی تمام جمعیت کیساتھ
اُس طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس کے تمام قویٰ اور حواس اُس کی قوت مدرکہ کے تابع
ہوتے ہیں اُس وقت اُس کی قوت وہمیہ میں ایک اشارہ اجمالی اُس حقیقت بے
نشانی کی طرف پیدا ہوتا ہے اور اس موقع پر کچھ وضع اور شکل اور صورت نہیں ہوتی
لیکن ایک ہئیت خاص معنوی ہے اور وہ قوت متوہمہ میں تجلی حق کی ہے اس کی
مثال اس صورت کے سی ہے کہ اُس کی قوت متخیلہ میں حاضر ہوتی تھی اور اُس
کو خدا تعالیٰ کی تجلی جانتا ہے۔ مگر فرق اسقدر ہے کہ وہ تو تجلی خیالی ہے اور یہ تجلی
وہمی پس عارف اس تجلی وہمی کی نگہداشت کرتا ہے۔ اور اس کو ہمیشہ اپنی نظر میں
رکھتا ہے پس یہ نگہداشت اُس کے واسطے مرتبہ بے نشانی کے واسطے بہت بڑا راستہ
کشادہ کردیتی ہے اور استعداد قوی بخش دیتی ہے اور مشایخ میں سے جس شخص نے
سب سے پہلے یہ راہ نکالی اور اس طریقے پر چلا اور اپنے مریدوں کو اُس طرف متوجہ کیا
اور آپ بالکل اس طرف مشغول ہوگیا اور جو کچھ کہا اُس جگہ سے کہا اور جو کچھ کیا اسی
میں سے کیا وہ خواجہ نقشبند ہیں اور اس امر کو آپ دوام مراقبہ فرماتے تھے اور فرماتے
تھے کہ یہ وجہ خاص ہے۔ اور اُن کے بعد خواجہ عبداللہ احرار نے جذب کے رستہ
کو مختصر کردیا اور اختصار جذب کا یہ ہے کہ مرتبہ بے نشانی کی طرف دل کی خواہش ہونی
اور اس کے سوا دل میں اور کوئی خواہش نہ ہونی اور دل کی نظر سے ہمیشہ مع شدت
محبت کے اس طرف دیکھنا اُسی کو وہ راہ جذب[1] کا اختصار جانتے تھے۔ پس اس اعتبار
سے طریقہ مختصر پیدا ہوگیا۔ اور اس کے سیکھنے سکھانے کے واسطے اصل چیز پیر کی

[1] راہ جذب کی تفصیل ابتدا میں مذکور ہوچکی۔ مترجم۔

صحبت ہے اس کے بعد زمانہ دراز گذر گیا اور وہ نسبت جو سینہ بسینہ آ رہی تھی
اُس میں تغیر پیدا ہو گیا۔ اور وہ بے نشانی کی طرف میل کرنا مفقود ہو گیا۔ اور بجائے
اُس کے سالکوں نے جس چیز پر کہ اصل ایمان میں یقین لائے تھے اور سینے کی حاضر
رکھنے کو اختیار کیا۔ اور یہاں سے منتقل ہو کر اُس کی صورت علمیہ کی محافظت کرنے
لگی اور اُس کی تکمیل میں اور ہمیشہ قایم رکھنے میں کوشش کی اور اُنہوں نے سمجھا
کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ امیر ابوعلی کے عوام متبعین کی یہی نسبت ہے میں نے ان میں
سے بہت کو دیکھا ہے۔ ان میں سے جو شخص کہ اسم اللہ کی اپنے خیال میں محافظت
کرتا ہے اُس کی نسبت اُس شخص سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ جس کے حواس
کیفیت سکر سے ممتلی نہوں اور جو شخص کہ اپنے خیال میں اسم اللہ کی محافظت نہیں
کرتا وہ نسبت اُس کے نزدیک اُس شخص کے مشابہ ہے کہ اُس کے حواس سکر
کی کیفیت سے ممتلی ہیں الغرض یہ نسبت اہلِ جذب کے نزدیک ایک ظاہر رکھتی
ہے اور ایک باطن۔ اُس کا ظاہر تو ایک کیفیت مستقرہ ہے نسیمہ میں اور متصل ہے
اس سے اور اُس کا باطن بے نشانی صرف ہے کہ مدرک اس کی مجرد روح ہے۔ اور
جنکو کہ جذب کی توفیق نہیں ہے وہ کیفیت نسیمہ کے سوا جو کہ غالب اور موثر ہے۔ اور
کسی چیز کا وجود قرار نہیں دیتے۔ اور اس نسبت کے خواص میں سے ایک یہ ہے
کہ اس نسبت والا مستعد وجود عدم کا ہوتا ہے۔ اور مراد وجود عدم سے یہ ہے۔ کہ
غیب کی جانب متوجہ ہونیکے وقت اشیا ر کے ادراک سے اور خطرات کے دل پر
گذرنے سے بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے خواص میں سے ایک یہ ہے
کہ اس کی تاثیر سالک پر ایسی قوی پڑتی ہے۔ کہ ایک نظر میں اور ادنیٰ التفات
میں وجود عدم میں پہنچ جاتا ہے اور حواس کی تشویش جاتی رہتی ہے۔ اور ایک یہ
ہے کہ ہمت تیز اور قوی ہوتی ہے یہاں تک کہ اُس کے قوی عزم اور ارادہ کا اثر

شخص اکبر میں ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی ہمت سے سلب امراض اور کشف
حالات اور اشراف بر خواطر وغیرہ تصرفات کرتے ہیں ❖

تیرھواں قطرہ ۔ اور منجملہ نسبتوں کے ایک نسبت توحید ہے اور اُس کے بیان
کیواسطے بھی ایک مقدمہ کی ضرورت ہے ۔ سمجھو کہ زید و عمرو بکر وغیرہ انسان کی سب افراد حقیقت
انسانیہ میں مشترک ہیں اور ہر ایک فرد بوجہ تشخصات جزئیہ کے ایک دوسرے سے متمیز ہے اور یہ تشخصات اور خصوصیات
انسان کا عین نہیں ہیں ۔ اور نہیں تو فرق اور جمع کا مبدا ایک ہی ہوا اور وہ صریح
البطلان ہے اور نیز انسان سے بالکل مغایر بھی نہیں ہیں کیونکہ ہر فرد پر انسان صادق
آتا ہے اور خصوصیات صدق انسانیت کو منع نہیں کرتے ہیں ۔ پس ان خصوصیات
میں اور انسانیت میں ایک نسبت خاص ہے جس کا نام ظاہریت اور مظہریت رکھا
جاتا ہے ۔ پس کہتے ہیں کہ انسان یہ سیاہ ہے اور یہ سفید ہے اور مختلط ہونا انسان کا
پہلی صورت میں سیاہ کے ساتھ ظہور اُس کا ہے مظہر اسود میں اور مختلط ہونا اُس کا
دوسری صورت میں ابیض یعنی سفید کے ساتھ ظہور اُس کا ہے مظہر ابیض میں ۔ اور
مادہ و صورت کی مثال دیگر بھی اس نسبت کو سمجھا سکتے ہیں ۔ مثلاً بھبکے میں صورت جسمیہ
جو تمام اجسام میں مشترک ہے ایک مرتبہ پانی ہے اور پھر بھاپ ہے اور پھر عرق ہے
پس کوئی نہیں کہہ سکتا کہ پانی اور بھاپ صورت جسمیہ کے ساتھ کوئی چیز منضم ہو گئی اور
نکل گئی بلکہ وہ صورت جسمیہ ہے ۔ ایک مرتبہ پانی کی صورت میں متحقق اور متکون ہوئی اور
دوبارہ بھاپ کی صورت میں اگرچہ صورت جسمیہ فی حد ذاتہ ایک چیز متکون ہے اور اس
میں محتاج پانی اور بھاپ کی نہیں ہے لیکن اس ظہور اور تکون خاص میں بدون پانی
اور ہوا کے متکون نہیں ہو سکتی پس جبکہ اس صورت نوعیہ کے تکون کا لحاظ کریں تو صورت
جسمیہ خود پانی اور بھاپ ہے نہ کہ منضم اُس کے ساتھ اگرچہ اور اعتبار سے اپنے موقع
پر ضم کہنے کی بھی وجہ ہو سکتی ہے ۔ پس اس نسبت خاص کا کچھ نام رکھنا چاہیئے پس

ہمارے نزدیک اس نسبت کا نام ظہور ہے۔ پس تعریف ظہور کی یہ ہے کہ ایک شئے متحقق فی نفسہ الامر وہ اپنے کسی مرتبہ میں دوسری شئے ہو اور اُس کی مثال ظہور نوع کا ہے اُس کے افراد میں اور ظہور موم کا شکل مسدس اور مربع میں اور انسان اور گھوڑے وغیرہ کی مورت میں اور ظہور ملکہ علم کا اس صورت علمیہ میں جو اس وقت ہماری ذہن میں ہے اسی طرح بہت سی مثالیں ہو سکتی ہیں اور ظہور کے معنے اور اقسام پورے طور سے سمجھنا چاہو تو ہماری دیگر تصانیف دیکھنی چاہئیں جس جگہ پر ہم نے بیان کیا ہے الغرض انسان اور گھوڑا اور گائے اور بکری اور اونٹ اور گدھے وغیرہ کی صورتیں اپنے مرتبہ میں متعین اور محفوظۃ الاحکام والآثار ہیں (یعنی کسی سوچنے والیکے ذہن کی اور کسی فرد خاص کے وجود خارجی کی محتاج نہیں ہیں) اور فردیت کے احکام وآثار میں محتاج ہیں اس کے کہ کسی فرد کے ضمن مین ظہور پذیر ہوں پھر یہ صورتیں انسان و فرس وغیرہ کی متعینہ محفوظۃ الاحکام حیوان کے تعینات اور مظاہر ہیں جس طرح کہ ہم نے افراد میں بیان کیا ہے اور اسی طرح حیوان اور نباتات جسم نامی کا مظہر ہیں اور جسم نامی اور جماداتِ جسم مطلق کا مظہر ہیں اور جسم مطلق اور عقول مجردہ جوہر کا مظہر اسی طرح سے اعراض کا یہی سلسلہ ہے یہانتک پہنچکر حکمار تو ٹھر گئے اور اُنھوں نے یقین کر لیا کہ جوہر اور عرض میں کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ بمنزلہ جنس کے دونوں کا موضوع واقع ہو۔ اور اہلِ حق نے یہ معلوم کیا کہ یہ دونوں ایک حقیقت میں متعین ہیں اگرچہ وہ حقیقت دوسرے حقایق کی طرح احکام اور آثار خاصہ میں نشان مند نہیں ہے اور تمام اسماء سے زیادہ مناسب لفظ اُسی کے واسطے لفظ وحدانیت ہے اور کبھی ہم اُس کو وجود بھی کہتے ہیں اور یہہ وجود ایک حقیقت بسیط ہے کہ دوسرے تعینات اُس کے مخالف نہیں ہوتے اور دوبارہ (یعنی تقریر مذکور کو دوسرے طریق سے اس طرح بیان کر سکتے ہیں) ہم جو عالم میں غور کرتے ہیں تو دو قسم کے مرکبات پاتے ہیں۔ طبعی اور صناعی جیسا کہ درخت اور حیوان

اور معادن اور تخت اور کپڑا اور مثل اس کے الغرض جملہ حقایق باہم ایک دوسرے سے
متمیز ہیں بباعث اُن اشیا کے کہ اُن کے مبدا آثار ہیں اور اُن مبادی آثار کا نام
صور نوعیہ ہے اور ان سب حقایق کا موضوع جسم عنصری ہے اور پھر اسی طرح سے اجسام
عنصری اور افلاک کی صورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان سب کے واسطے ایک موضوع
ہے جو سب میں شریک ہے اور وہ بموجب مذہب اہل اشراق کے مطلق صورت جسمیہ
و مادہ اولی ہے ۔ اب پھر ہم بموجب سابق کہتے ہیں کہ یہ مادہ قابلہ اور اُس کی علت
فاعلہ راجع ہوتی ہیں وجود کی طرف (یعنی وجود ان میں موضوع مشترک ہے) خلاصہ
کلام یہ ہے کہ ہم عالم میں ایسے سلسلے دیکھتے ہیں جن کی انتہا وجود پر ہوتی ہے اور بہ نسبت
ان تعینات کے وجود کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بہ نسبت نقوش کتابت کے سیاہ خط
ہے یا جیسا کہ بہ نسبت مراتب اعداد کے وحدت ہے اور وجود میں جو تکثر واقع ہو گیا ہے
یہ ایسا ہے کہ جیسا دریا میں کثرت امواج کی (یعنی امواج کی کثرت دریا کی وحدت کو کچھ
مخل نہیں ہے حالانکہ امواج کی کثرت اسی دریا رواحد کے ساتھ قائم ہے) پس یہاں پر
دو اصلیں متحقق ہیں ایک وجود اور دوسری ماہیات اور اس امر کی تحقیق میں عقلا کی
بحث طویل ہے کہ وجود اور ماہیات میں نسبت کیا ہے اور سب مذہبوں سے زیادہ
حق یہ ہے کہ وجود اپنی صرافت کیوقت خود بنفسہ قایم ہے اور کسی چیز کا محتاج نہیں ہے
لیکن مختلف ماہیتوں میں اس طور سے ظہور کرتا ہے کہ یہ ماہیات اُس کیواسطے بمنزلہ
قالب کے ہوتی ہیں اور ہر ایک ماہیت کا اندازہ اور اُس کے حکم علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں
اور یہ ظہور بہت سی چیزوں پر موقوف ہوتا ہے اور بعض ظہور دوسرے بعض سے مقدم
اور اُس کے واسطے شرط ہیں اور تمام ماہیات کا سلسلہ مرتب ہے کہ ان میں سے کوئی
سی مقدم اور موخر نہیں ہو سکتی اور وجود کے دو کمال ہیں ایک کمال ظاہر اور دوسرا
کمال باطن اُس کی تفصیل مثال ذیل سے واضح ہوتی ہے ایک شخص محاسب نے

سلسلۂ اعداد کو مستحضر کیا اور اس استحضار کی وجہ سے اعداد کا سلسلہ جو معدوم تھا اب موجود ہو گیا اور اُسی محاسب نے اُن سب کو موجود کیا مگر اُس کو قدرت نہیں ہی کہ دس کو طاق کر دے یا گیارہ کو جفت بنا دے یا چھ کو پانچ پر مقدم کر دے الغرض ہر ایک عدد کا ایک مرتبہ اور حکم ہے۔ اور محاسب اُس کو بدل نہیں سکتا۔ اور عقل اس امر کا حکم کرتی ہے کہ یہ سلسلہ مترتبہ نفس الامری موقعوں میں سے کسی موقع میں متحقق ہے اور منشا ران احکام کا وہی سلسلہ نفس الامریہ ہے۔ اور محاسب کی تاثیر کا قانون اور صانع کی صنعت کا اس میں کچھ اثر نہیں ہے اسی طرح اس مسئلے میں جسمیں کہ ہم گفتگو کر رہے ہیں دو مرتبے ہیں ایک تو محاسب کے استحضار اور ایجاد کے مشابہ ہے وہ ظاہر وجود ہے اور دوسرا مرتبہ جو مشابہ ہے سلسلہ مترتبہ نفس الامریہ کے وہ باطن وجود ہے اور وجود خود ایک چیز ہے کہ مبدا ران دونوں کمال کا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ حقیقت واحدہ کہ جس میں تمام عالم متعین ہے اور جملہ ماہیات اُس کی استعدادات ہیں اور فعلیت ماہیات کی اُس کا ظاہر ہے اور ہمت اور خارج اور عین سے اشارہ اُسی کی طرف ہوتا ہے وہ کیا ہے ایک قوم نے تو یہ گمان کیا ہے کہ وہ عین ذات الٰہیہ ہے اور وہ ذات بحت سے مراد یہی حقیقت لا بشرط شے لیتے ہیں اور احدیت اسی حقیقت کو بشرط لا شے کہتے ہیں اور واحدیت اسی کو بشرط شے اور یہ عقیدہ قلت تدبر کے باعث پیدا ہوا ہے میرے دلمیں غیب سے اس امر کو محقق اور ثابت کر دیا گیا ہے کہ جس حقیقت پر ان کی نظر باطن پڑی ہے وہ نفس کلیہ ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کو کہ بعض اہل کشف نے وجود منبسط بھی کہا ہے اور وہ اگرچہ تمام اشیا سے ابسط تر اور ان سب کا منشا رہے مگر تاہم ایک طبیعت ہے طبائع میں سے اور جس قدر کہ یہ نفس کلیہ سب سے پاک اور سب طرح کے لوثوں سے منزہ ہے حالانکہ جملہ اشیا میں ساری اور اُن سے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ کی ذات صد گونہ

زیادہ اُس سے نفس کلیہ سے دور ہے اور تقید کی تنگی سے بری ہے البتہ چونکہ
تاثیر ذات الہی کی نفس کلیہ میں اور اس میں کہ جو کچھ نفس کلیہ سے اوپر ہے از قسم ابداع
ہے نہ از قسم خلق اگر کبھی کوئی بطور تسامح کے کہدے کہ نفس کلیہ ایک تنزل ہی ذات
الہیہ کا توفی الجملہ ایک وجہ ہوسکتی ہے اور مجھ کو معلوم کرایا گیا ہے کہ جن شخصوں کے
دل سے کثرت میں وحدت کی دیدفوارہ کی مثل جوش مارتی ہے اُن کی نظر بجز نفس
کلیہ کے اور کہیں پر نہیں پڑتی اور ذات الہیہ پر نظر پڑنے کی خاصیت توحید ذاتی ہی
کہ وہ دیکھنا حق کا ہے حق میں دوسری چیزوں سے قطع نظر کرکے اور نفس کلیہ کو جو
ذات الہیہ سے نسبت ہے وہ ام النسبات ہے کسی خاص نسبت کو اُس کے ساتھ
معین کرنا ایک قسم کا ظلم ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ
زوج اور اربعہ میں نسبت ہے پس اربعہ اپنی صرافت ذات کے مرتبہ میں بجز اربعہ کے اور
کوئی چیز نہیں ہے اور پھر جو اربعہ میں بدون ملانے کسی چیز کے نظر کیجاوے تو وہ زوج
ہے پس اب اگر کوئی شخص کہے کہ زوج اربعہ کا نام ہے تو نامناسب نہیں اور اگر لفظ
زوج کو اربعہ کا عنوان نبادے تو ممکن ہے اور اگر نظر کا پایہ اونچی ہو اور اربعہ کے ساتھ
زوج کے اختلاط ہونے کی طرف التفات ہو تو اُس کو ہم اربعہ کی صفت کہیں گے اور اگر
ایک پایہ نظر کا اور بھی نیچے ہو اور یہ امر کہ صفت موصوف کی محتاج ہوتی ہے اور موصوف
کو صفت پر تقدم ذاتی ہوتا ہے اور موصوف صفت کا مقوم ہوتا ہے ملحوظ رکھا جاوے
تو پیدا کیا ہوا اور بنایا ہوا اربعہ کا کہیں گے اور اگر یہ خیال کریں کہ اربعہ کی عموم اور طلاق
میں اور زوج کے خصوص اور تقید میں کچھ مناقضت اور مخالفت نہیں ہے تو زوج اربعہ
کا تعین اور اُس کا مظہر ہے الغرض اس میں ایسی نسبت بسیط ہے کہ مختلف اعتبارات
سے ان تمام القاب اور اسمار کی گنجایش ہے پس وحدت الوجود کے قایل ہونیوالے
فرقہ کی گفتگو نفس کلیہ تک اصوب ہے اور جو فرقہ کہ تنزیہ صرف کا قائل ہے اُس کی

گفتگو ما بعد نفس کلیہ میں احوط ہی اور جو نسبت کہ نفس کلیہ کو مبدا مبادی کے ساتھ ہی
اُس کو مخلوط کرنا اُس نسبت سے جو کہ اُس کو خصوصیات عالم کے ساتھ ہے اُس کی
ایسی مثال ہے جیسا کہ کوئی شخص سبز یا سرخ عینک لگا کر دیکھے اور اُس کے رنگ کو
مرئیات کا رنگ قرار دے اور منشا اس غلطی کا یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے حال کو ایک
قسم کے فکر کے ساتھ مخلوط کر دیا ہے اور نفس کلیہ کی دید بطور حال کے دیکھنے سے علم اتحاد
پیدا ہوتا ہے اور ذات الہیہ کی دید باعتبار حال کے اشیار سے ذہول کر دیتی ہے اور
جو لوگ کہ مرتبہ میں فرد اور کامل ہیں اور اُن کی نظر دونو مرتبوں کو شامل ہوتی ہے وہ
ایک پیدایش کی قوت واہمہ کے حکم کو دوسری پیدایش کے حکم کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے
ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات ۔ ترجمہ ہر ایک گروہ کا ایک
رخ ہے جس کی طرف وہ منہ پھرا رہا ہے پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرو اور
انسان کے افراد میں اگرچہ معلومات کی صورتیں ایک دوسرے میں گھسی ہوئی اور ایک
دوسرے پر چڑھی ہوئی ہیں لیکن ہر ایک شخص کا ایک خاص حکم ہے اور عقل سلیم اُس کو
سمجھتی ہے بعض شخصوں میں ایک مرتبہ کے احکام زیادہ روشن اور واضح ہیں اور بعض دیگر
میں مٹے ہوئے اور چھپے ہوئے اور جس شخص کے ذہن میں مراتب عالیہ کلیہ زیادہ روشن
ہیں اُس کو فنا اور بقا حاصل ہوتی ہے اور بہ تقاضا ر جبلت کے اُس مرتبہ کے علوم تک
پہنچتا ہے اور جس شخص میں کہ مراتب سافلہ جزیہ روشن تر ہیں اُس کو اُن مراتب سافلہ کا
علم اور اُن کے مناسب احوال کا علم زیادہ غالب ہوتا ہے اس مقدمہ کی تمہید کے بعد
جاننا چاہئے کہ نوع انسان میں سے بعض شخص ایسے ہیں کہ اُن میں وجود کا حکم غالب تر ہے
اور بالضرور اُن کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ اُن کو اشیار کے وجود کا مضمحل ہونا اور
اصل وجود کا ان میں ساری ہونا اور تمام اشیار کا اُس کے ساتھ قایم ہونا اور اسی قسم کے
مضامین معلوم ہونے لگتے ہیں اور اس جگہ سے سب کچھ کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور مراتب خاصہ

کے احکام کو اگرچہ سمجھتے ہیں اور پہچانتے ہیں لیکن اس قسم کے ذخیرہ کو وجود کے
ساری ہونیکا علم لحظہ بلحظہ فنا کرتا رہتا ہے اور پھر احکام خاصہ کی ضرورت سے وہ
مراتب سافلہ اُن کے ذہن میں منقش ہوتے ہیں اور پھر برق وجود کی اُس کو مثل سابق
جلا کر فنا کرتی ہے اور بہت ایسا ہوتا ہے کہ نفس ناطقہ اس ادراک کا ملکہ حاصل کر لیتا ہے
اور اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے اور جس وقت یہ رنگ کامل ہو جاتا ہے تو اُس کا ایک
ظاہر ہے اور ایک باطن لیکن ظاہر تو ایک رنگ ہے جو روح کے ساتھ قائم ہے اور
ایک ملکہ ہے جو روح میں مستقر ہے لیکن باطن اُس کا یہ ہے کہ نقطہ وجود کا جاگ جاوے
اور اُس کے احکام و آثار ظاہر ہو جاویں اور بموجب اُس کے ادراک کے اُسی وقت
اضمحلال حجب کا ہو اور جس وقت کامل نہیں ہوتا تو صرف یہ ظاہر ہی ظاہر ہے بغیر باطن
کے اور صرف صورت ہے بغیر معنے کے اور تفصیل اس مقدمہ کی یہ ہے کہ کبھی اس شخص
کو باعث ایک قسم کی فکر کے یا باعث بزرگوں کی تقلید کے یقین ہو جاتا ہے اس امر کا
کہ تمام اشیاء اپنے وجود میں مضمحل ہیں اور وجود سب میں ساری ہے اور لحظہ بلحظہ وہ شخص
اس یقین کو مستحضر کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ یہ خیال اُس کی نفس کا ملکہ ہو جاتا ہے اور اُس کے
رنگ میں رنگا جاتا ہے حالانکہ اُس کے وجود کا نقطہ آگاہ نہیں ہوا اور اس کشش اور کوشش
نے اُس کو یہاں تک نہیں پہنچایا کہ اُس کے نفس کی اصل ذات میں اثر کرتا جس طرح کہ کوئی
تالاب اِدھر اُدھر سے پانی جمع ہو کر بھر جاوے اور اُس کی زمین کے اندر چشمہ نہ ہو اُس
کو صوفی لوگ توحید علمی کہتے ہیں اور اول کو توحید حالی۔ مجھکو معلوم کرایا گیا ہے کہ توحید علمی
بعض شخصوں کے حق میں مفید نہیں ہے بلکہ مضر ہے اس واسطے کہ اس میں سے سوفسطائی
عقیدہ نکلتا ہے اور وہ شخص مصالح دنیا اور عرفیہ میں تساہل کرنے لگتا ہے اور لیکن توحید
حالی ایک بہت بڑا کمال ہے کہ زبان اُس کی تعریف بیان کرنے سے قاصر ہے۔
وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

قطرہ چودھواں ۔ اور منجملہ اُن کے نسبت عشق کی ہے اور اُس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ مومن جو اعتقاد رکھتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ موصوف ہے بجمیع صفات الکمال تو اپنے کمال کو اُس کی یاد میں منحصر سمجھتا ہے اِس کے بعد ہمیشہ اللہ تعالیٰ شانہ کے نام کو یاد کرتا ہے اور اُس کی نعمتوں اور عنایتوں کو ملاحظہ کرتا ہے اس حالت کی مداومت کرنی اُس کے دل میں بیقراری اور اضطراب اور قلق اور جوش کی صفت پیدا کرتی ہی اور روز بروز یہ کیفیت زیادہ ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ خدا تعالیٰ کا نام پاک زبان پر لانیکی سہار نہیں رہتی یہانتک کہ اُس کا ذکر کرنیکے وقت روح جسم سے پرواز کرنیکے قریب ہوجاتی ہے ۔ شعر۔

ویدرکنی فی ذکرھا اقشعریر ۔۔۔۔۔ لھا بین جلدی والعظام دبیب

ترجمہ ۔ مجھکو محبوب کے ذکر کرنے میں قشعریرہ ہوجاتا ہے اور میری جلد اور ہڈیوں میں اُس کی باریک حرکت ہی ۔ الغرض جس وقت نفس میں یہ کیفیت متمکن ہوگئی اور دل کے اندر گھس گئی اور نفس ناطقہ پر اُس کا رنگ چڑھگیا اُس کو نسبت عشق کہتے ہیں اور کاملین اہلِ فنا و بقا کے نزدیک اس نسبت کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ۔ اس کا ظاہر تو ایک کیفیت مستقرہ ہے روح میں مثل دیگر کیفیات نفسانیہ کے اور اس کا باطن محبت ذاتیہ ہے ۔ کہ اُس کا حامل نفس مجرد ہے بلکہ وہ روح کے موجود ہونے سے بیشتر پیدا ہوچکی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مٹی اور پانی کو اسفل کی طرف میلان ہے اور ہوا اور آگ کو فوق کی طرف طیران ہے اسی طرح ہر ایک چیز خواہ محسوس ہو یا معقول اُس کے واسطے ایک اصل اور کمال ہوتا ہی جس کی طرف یہ مشتاق ہوتی ہے اور جبتک وہ اس کو نہیں پاتی بیتاب اور بیقرار رہتی ہے اور جب وہاں تک پہنچ جاتی ہے تو الفت اور اُنس پاتی ہے اسی طرح سے کثرت کو اپنی اصل وحدت کی طرف میلان اور طیران ہے اور مظہر کو اپنے ظاہر کے ساتھ ایک ربط

ہے جو اس کی اصل جبلت میں مذکور ہے اور نہ تو اُس سے کچھ حالت یا نعمت کا حاصل ہونا مقصود ہے اور نہ یہ امر عنایتوں اور نعمتوں کی یاد کرنے پر موقوف ہے اور اُس کو محبت ذاتیہ کہتے ہیں پس وہ کیفیت کہ روح میں مستقر ہے محبت ذاتیہ کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے اور ایک ایسی مرکب حقیقت بنجاتی ہے کہ جس کا جسم کیفیت روحانی ہے اور اُس کی روح محبت ذاتیہ اور جس میں یہ پائی جاتی ہے وہ شخص ان دونوں میں فرق نہیں کرسکتا اور اس تحقیق سے اُن دو مختلف قولوں میں تطبیق ہوسکتی ہے۔ کہ بعض صوفیا رضے تو کہا ہے کہ قلق اور اضطراب ایک قسم کا عذاب ہے جس کو محبوب کا وصال حاصل ہے اُسکو کیوں دیں گے اور بعض نے یہ فرمایا ہی کہ عشق اور قلق کسی وقت میں سالک سے رفع نہیں ہوتا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں پس قایل اول کی مراد قلق اور اضطراب روحانی ہے یعنی وہ کیفیت کہ روح میں مستقر ہے اور قایل ثانی کی مراد محبت ذاتی ہے۔ لیکن چونکہ اکثر عارفوں کو دونوں کیفیتیں رلی ملی معلوم ہوتی ہیں اس واسطے عبارت اور بیان میں مراد ظاہر اور متحقق نہیں ہوئی اس جگہ دو نکتے سمجھنے چاہئیں اوّل یہ کہ اگر کسی عارف میں محبت ذاتیہ کمزور ہوجاوے تو یہ اُس کے حق میں موجب نقصان ہی۔ ہر مرتبہ میں اگرچہ سریان محبوب کا تمام اشیاء میں دیکھنے کے باعث محبت ذاتیہ کا ضعف پیدا ہوا ہے اور دوسرے یہ کہ دنیا اور آخرت کو ترک کرکے مجرد ہوجانا اور باوجود کامل المزاج اور وافر العقل ہونیکے اہل وعیال سے بے فکر اور بیخبر ہوجانا بغیر اس کیفیت روحانی کے ممکن نہیں ہے اور جس شخص کو یہ نسبت ہوتی ہے وہ جمیع ماسوا پر اپنا تسلط رکھتا ہے اور ان سے اعراض کرتا ہے اسی واسطے جو شخص اُس کو دیکھتا ہے فروتنی کرتا ہے +

قطرہ پندرھواں - اور منجملہ نسبتوں کے ایک نسبت وجد کی ہی۔ اور اس کی

حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ اپنی اصل فطرت میں ایسا پیدا ہوا ہے کہ مختلف حالات
کے ساتھ رنگین ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ شوق اور نفرت اور غصہ اور رضا اور خوف
اور امید ان میں سے بعض قوتیں تو قدسی اور ملکی ہیں اور بعض دنی اور بہیمی اور ایک
قسم کی استعداد اپنے مخالف استعداد کو مٹاتی اور فنا کرتی ہے اور ہر ایک کے جدے
جدے اسباب اور مقویات ہیں جس وقت کہ سالک حالات الہیہ یا ملکیہ کے اسباب
اور مقویات میں تمسک کرتا ہے اُسی قسم کی استعداد اُس کی قوی ہو جاتی ہے ! ور
ایسی خفیف حرکت دینے والی چیز کہ جسکو عوام الناس کچھ بھی نہ شمار کرتے ہوں اُس کے
دل میں نہایت درجہ کی تاثیر کرتی ہے اور کبھی کوئی شخص غبی اور ساکن النفس ہوتا
ہے اور اُس کے دل میں نہایت درجہ کی نفیس کیفیت منطبع نہیں ہو سکتی پس
اس وقت میں اُس کو احتیاج ہوتی ہے عشق اور پاک محبت کی کہ شہوت جماع کا
اُس میں بالکل دخل نہو بلکہ حرکات متناسبہ اور عبارات رنگین جس وقت کہ اُن میں
مقام اُنس وصال سے وحشت فراق کی طرف اور محبوب کے متوجہ ہونیکی انشراح
خاطر سے اُس کے اعراض کی انقباض کی طرف انتقال ہوتا ہے اور اسی قسم کے
مضامین زیادہ اثر کرتے ہیں یا احتیاج ہوتی ہے کسی رنگین شعر کے سننے کی مع
راگ اور شعر کے علی الخصوص جو کہ عجیب استعارے اور عمدہ قافیے اور شوق انگیز
اسلوب سے آراستہ و پیراستہ ہو یہ مطرب مقام شناس جو غزل میں قول آشنا
لاتے ہیں اور ڈھولکی اور سارنگی کی آواز کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو کیا خوبی کیساتھ
اعقل و حواس کا راستہ لوٹتے ہیں کہ سکر کے پیدا کرنے میں مثل شراب پینے کے
ہے یہانتک کہ اس تمام مجموعہ سے لحظہ بلحظہ نفس ناطقہ پر ایک جدی کیفیت فایض
ہوتی ہے اور نفس اُن کیفیات سے متصف ہوتا جاتا ہے اور وہ بلاوت اور غباوت
بالکل زائل ہو جاتی ہے یہ وہ قصہ ہے جس کی طرف جمہور اہل وجد کے راغب ہوتے ہیں

لیکن جو کچھ شارع نے اس باب میں ان کے واسطے پسند فرمایا ہے وہ وعظ کا سننا ہی
اور قرآن شریف کی تلاوت ہی اس طرح پر کہ اُس کے معنے میں خوب غور و فکر کرتا جاوے
آیت رحمت پر سوال کرے اور آیت عذاب پر پناہ مانگے اور آیات صفات پر تسبیح
پڑھے اور دل کو نرم کرنے والی حدیثیں اور بزرگوں کے قصے اپنے ذہن میں حاضر کرے
یہ سب اسباب وجد کے ہیں لیکن حقیقت میں پیدا ہونا وجد کا ان اسباب پر موقوف نہیں
ہے بلکہ کبھی دریا کا جوش و خروش دیکھکر یا کہ جنگل اور دریا کی وسعت دیکھ کر یا اور کوئی
صورت خاصہ جو کسی وجہ سے آگاہ کرنے والی ہو اُس کو دیکھ کر یا کوئی باریک مضمون
سمجھ کر بھی وجد ہو جاتا ہے۔ اور اہل کمال کے نزدیک اُس کا ایک ظاہر ہے اور
ایک باطن ظاہر اُس کا تو روح میں ایک کیفیت نفسانیہ مستقرہ ہے اور اُس کا باطن
لطیفہ مجردہ کا ایک معرفت سے دوسری معرفت کی طرف بدلنا اور ایک اسم میں اضمحلال
سے دوسرے اسم کے اضمحلال کی طرف منقلب ہوتا ہے حضرت خواجہ نقشبند اُسی کو قبض
اور بسط کہتے تھے۔ الغرض جمہور اس نسبت والوں کے اکثر اوقات سماع اور وجد کے
فریفتہ ہیں اور جو اہلِ فنا و بقا ہیں اُن کے واسطے اسی نسبت میں سے ایک شاخ نکلتی
ہے جسکے ذریعہ سے ایسے معارف جلیلہ کی استعداد اُن کو حاصل ہوتی ہی کہ زبان اُسکو
پورا بیان نہیں کرسکتی ؛

قطرہ سولھواں۔ مجھ کو معلوم کرایا گیا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین اور جمہور صالحین
کی نسبت احسان ہے اور وہ ایک ایسی چیز ہے کہ نسبت طہارت اور نسبت سکینہ سے
مرکب ہی مع کسیقدر آمیزش انصاف اور پرہیزگاری اور نرم مزاجی کے اُن کے کلام کا
اصلی مقصد اور اُن کی بشارت کا مدنظر یہی معنے ہیں میں نے اہلِ بیت کی ارواح پاک کو
دیکھا کہ عالمِ ارواح میں ایک دوسرے کے دامن کو مضبوط پکڑے ہوئے حظیرۃ القدس
میں ایک عجیب طرح کی قدرت اور رسوخ رکھتے ہیں اور اُن کی قوت عالم ارواح کے

مغز میں زیادہ ہی باہر سے واللہ اعلم۔ اور صوفیہ متقدمین جن کا تذکرہ طبقات سلمی اور رسالہ
قشیریہ میں ہے اُن کی نسبت مختلف ہی بعض کی تو نسبت احسان ہے اور بعض کی نسبت عشق
اور وجد اور ایک گروہ کی نسبت تجرد اور ایک جماعت کی نسبت کوئی ایک نسبت ان
نسبتوں میں سے تھوڑی سی یاد داشت کے ساتھ ملکر اور اُن کا بڑا معاملہ اس کتاب کے
شروع میں مذکور ہو چکا۔ اور حضرت غوث الاعظم کے طریقہ کی اصل نسبت اویسیہ ہی جس میں کسی قدر
برکات نسبت سکینہ کے ملے ہوئے ہیں یعنی یہ شخص نفوس فلکیہ اور ملا اعلی اور ارواح کاملین
کی محبت کے ضمن میں شخص اکبر کے اندر ذات الہیہ سے نقطہ کبار کا مراد اور محبوب ہوتا ہی اور اسی
محبت کی وجہ سے اس پر تجلیات الہیہ میں سے ایسی تجلی سیلان کرتی ہے کہ کمالات ابداع
اور خلق اور تدبیر اور تدلی کی جامع ہوتی ہے اور اس قدر انس اور برکت ظاہر ہوتی ہے
کہ جس کی کچھ انتہا نہیں ہے۔ اس حالت میں کہ اس شخص نے اس کمال کا قصد اور اس کے
حاصل کرنیکی طرف توجہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ گویا کہ امر عظیم بغیر اُس کے ارادے کے ظاہر ہوتا ہی
اور یہی سبب ہی کہ حضرت غوث اعظم نے فخر اور بڑائی کے کلمے فرمائے ہیں اور آپ سے تسخیر
عالم کی ظہور میں آتی تھی اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس نسبت کی تکمیل کے باعث کسی
قدر نسبت یاد داشت کی مع توحید کے حاصل ہو جاتی ہے اور ان نسبتوں کے آثار بقدر حال
کے ظاہر ہوتے ہیں اور حضرت خواجہ نقشبند کی نسبت کی اصل نسبت یاد داشت ہی اور بسا
اوقات یہ بات پہنچا دیتی ہے نسبت احسان تک چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا ہے
کہ مسلمانی اور انقیاد بھی نور اور صفا ہے اور خواجگان چشت میں سے قدما کی نسبت نور اور
طہارت اور سکینہ تھی مع امیزش نسبت عشق کی اور ان میں سے متوسطین کی نسبت عشق ہی
مع امیزش نور اور سکینہ کے خصوصاً برکات اسمار الہیہ کے اور اُن کے متاخرین کی نسبت عشق
ہے مع حصہ توحید کے اور نسبت سہروردیہ کی نور طہارت اور نور سکینہ ہی مع امیزش نور یاد داشت
کے اور نسبت اکبریہ کی توحید ہے مع امیزش عشق اور وجد کے بعض کے نزدیک۔ اور نزدیک

بعض دیگر کے ساتھ امیزش نور سکینہ کے اور نسبت طبقہ کبرویہ کے متقدمین اور متاخرین مین
متفاوت معلوم ہوتی ہی اور نسبت طریقہ شاذلیہ کے متصل ہونا نفس کا ہے اس نقطۂ محاذیہ
ذات اور ان ہم ملاء اعلےٰ کی صورت مثالیہ کیساتھ کہ گرد اس کے ہیں اس طرح پر کہ نفس کا
اعتماد تمامہ تدلی مذکور پر ہو۔ اور اس تدلی مین نسبت فاکون سمعہ الذی یسمع بہ
وبصرہ الذی یبصر بہ کی ظاہر کرے اور آیہ ان ولیی اللہ الذی نزل الکتاب
وھو یتولی الصالحین اس نسبت کی طرف اشارہ ہی۔ واللہ اعلم اور باقی طرق کی
نسبت بہی ایک طرح پر نہیں ہے بلکہ استعداد والوں کو کشش اور کوشش اون کی استعداد
کے مناسب نسبت بخشتی ہے اور یہ تحقیق اُس وقت پائی جاتی ہے کہ ان طریقوں کی نسبت
خالص ہوے بدون امیزش دیگر طرق کے اور متاخرین میں یہ بات بہت ہی کم ہے اور نیز
اُس وقت حاصل ہوتی ہے کہ آئمہ طرق سے کماہی ھی بدون تغیر و تبدیل کے نسبت حاصل
کی ہو نہ اس طرح پر کہ خرقہ اور بیعت کے ذریعہ سے کسی خاندان سے نسبت حاصل کی اور بسبب
ریاضت اور مجاہدہ کے کوئی نسبت اپنے خیال کیموافق حاصل کرلی اور یہ بات اکثر طرق کے
منتسبان میں ملحوظ ہے یہاں سے تیز فہم آدمی جان سکتا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند زیارت قبور
کے التزام کو کس واسطے معتبر نہیں رکھتے تھے اور کس واسطے
فرماتے تھے کہ طاعات کی قبولیت کے علامات سی زیادہ واقعات نہیں ہیں اور خواجگان
چشت سماع کی طرف کیوں زیادہ رغبت رکھتے تھے۔ ذرا غور[ف] کرو۔ مجھکو معلوم کرایا گیا ہے
کہ طریقہ جیلانیہ بمنزلہ ایک ایسی ندی کے ہے جو کچھ دور تک زمین پر کھلی ہوئی جاری ہے
پھر کچھ دور تک زمین میں پوشیدہ ہوگئی اور اُس کے مسامات میں نفوذ کرتی ہے بعد اُسکے

[ف] غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند نے بعد تحصیل خرقہ کے جو نسبت اپنی استعداد اور مجاہدہ سے حاصل کی اُس میں زیارت قبور کا التزام نہیں ہی اور نہ واقعات کو علامات قبول طاعات پر فضیلت ہی۔ اسی طرح خواجگان چشت نے سماع کی رغبت کو بطور نسبت خرقہ کے حاصل نہیں کیا بلکہ جو نسبت اپنے مجاہدہ سے حاصل کی وہ سماع کے مناسب ہے۔ ۱۲ مترجم ٭

بطور چشمہ کے پھر ظاہر ہوتی ہے۔ اور کچھ دور تک کھلی زمین پر چلتی ہے۔ پھر اسی طرح پوشیدہ اور ظاہر ہوتی ہے اور خرقہ کا تسلسل اس طریقہ میں اگرچہ متصل ہے لیکن اخذ نسبت کا اس طریقہ میں متصل نہیں ہے ایکبارگی ظاہر ہوتی ہے اور بعد اس کے مفقود ہو جاتی ہے اور پھر بطور اویسیہ کسی کے باطن سے ظہور کرتی ہے اور یہ طریقہ حقیقت میں تمام اویسیہ ہے اور اس طریقہ کے متوسلان روحانیان علوی کے مجمع میں مہابت رکھتی ہیں اور طریقہ نقشبندیہ بمنزلہ ایسی ندی کے ہے کہ ہمیشہ ظاہر زمین پر رواں ہے اور اس طریقہ کا متوسل عالم ناسوت میں اسم قوی اور مقتدر کا مظہر ہے اور طریقہ نقشبندیہ مشابہ اس کے ہے کہ کسی نقاش نے ایک دیوار پر عمدہ عمدہ نقش کشید کئے اور نسبت طریقہ جیلانیہ کی مشابہ اس کے ہے کہ کوئی شخص آئینہ کو صیقل کرے تاکہ نقوش جمیلہ خارج سے اُس میں منطبع ہو جاویں یا تلوار کو صیقل کرے تاکہ اُس کا جوہر اصلی ظاہر ہو جاوے جس شخص میں یہ نسبت ہوتی ہے اُس کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام کمال اُس کے اصل جوہر میں مکنون ہیں اور بدون اُس کی صنع کے حاصل ہوئے ہیں اور طریقہ چشتیہ مقبولوں کا طریقہ ہے اور اس طریقہ کے متوسلین گروہ خلایق میں مقبول ہوتے ہیں۔ اور طبقات کے صوفیوں سے زیادہ مشابہ ہیں بہ نسبت اور لوگوں کے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الامور۔ اور اس فقیر کو بعد تمام کرنے راہ جذب کے ان اکابر کے ارواح کی طرف ایک سڑک کھولی گئی اور میں نے ان سات مذکورہ نسبتوں کو بطور ذوق اور وجدان اور تحقیق کے معلوم کیا اس کے بعد ان کے اندر تحقیق حاصل کی پس جو نسبت کہ مجھ کو دی ہے ان ساتوں نسبتوں سے مرکب ہے کہ جن کا ذکر ہم بتفصیل بیان کر چکے ہیں یعنی اپنے آپ کو اگر اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاوے تو ایک ہیئت اجمالی ظاہر ہوتی ہے جو خلاصہ ان سب نسبتوں کا ہو اور اگر ان نسبتوں میں سے کسی ایک میں خود کو مشغول کرے اور دل کا رخ اُس طرف متوجہ کرے تو اُس میں علیحدہ استغراق پیدا ہوتا ہے اور اول صورت میں نسبت کے آثار بطور اجمال اور امتزاج کے ظہور کرتے ہیں اور دوسری صورت

میں بطور تفصیل اور انفراد کے اور ان نسبتوں میں علی الحصول بطور اجمال کے رسوخ اور قدرت دی ہے۔ شعر۔[1]

ولو ان لی فی کل منبت شعرۃ	لسانا لما استوفیت واجب حمدہ

اور جو شخص کہ ہماری نسبت حاصل کرنی چاہے اُس کی تدبیر یہ ہے کہ اول راہ جذب کو انجام تک پہنچاوے اور اکثر یہ بات بغیر تربیت کسی مجذوب کے حاصل نہیں ہوتی تاکہ اُس کے سایہ میں اُس کی بو کی تاثیر سے اپنے کام کو انجام دیوے اور یہ امر تعلیم اور تعلم اور گفت وشنود سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ اس کے بعد ساتوں نسبتوں کو جدا جدا حاصل کرے اور ہر ایک کا آشنا ہو اس کے بعد جس وقت مراقبہ کا ارادہ کرے تو اول نسبت طہارت اور سکینہ اور اویسیہ کی طرف متوجہ ہووے اور جب حاصل ہو جاویں تو اُن سے نظر کو اُٹھا لیوے باوجودیکہ وہ اس میں پائی جاویں اور یہ اُن کے ساتھ متلبس ہو اور اپنی نظر کو یادداشت کی نسبت میں جماوے اور اپنی حقیقت کے نقطہ کو صرف وجود کی طرف متوجہ کرنے میں سعی کرے کہ نسبت توحید اور عشق کا عطر یہی ہے یہ بات کامل ہونیکے بعد نسبت وجد کی حقیقت بالضرور ظاہر ہوگی کہ وہ اسی نسبت کا ثمرہ ہے یہی ہے وہ طریقہ کہ جس کی طرف شروع گفتگو میں اشارہ کیا تھا۔ شعر

درس شرف نبود ز الواح ابجدی	لوح جمال دوست مرا دو برابر است

مباحث مذکورہ کے بیان کرنے کے بعد مباحث ذیل کا بیان کرنا ضروری ہے اول وہ چار خلق کہ بعثت رسل سے مقصود اُن کی تکمیل اور اشاعت ہی۔ دوم نفوس بنی آدم کی استعدادوں کا اور جو کچھ اُن کے مناسب ہی اُس کا بیان کرنا۔ سوم۔ جو لطائف کہ انسان میں ودیعت رکھے گئے ہیں اُن کا بیان۔ چہارم۔ طبقات اصحاب الیمین کا بیان۔ لہٰذا تکمیل مقصد کے واسطے ان بحثوں کو بطور اختصار کے عرض کرتا

[1] اگر میرے ہر ایک بال کے رونگٹے کی جگہ زبان ہو تو اُس کی واجبی حمد پوری نہیں کرسکتا۔ ۱۲۔ مترجم

ہوں تاکہ سالک ریاضت کی زیادتی اور کمی میں اور خوارق عادات کے ظہور اور عدم ظہور وغیرہ میں اولیاء اللہ کا حال مختلف دیکھکر تشویش میں نہ پڑے ✦

قطرہ سترھواں - مجھکو معلوم کرایا گیا ہے کہ شرع شریف میں دربارہ تہذیب نفس کے جو کچھ کہ مطلوب ہے چار خصلتوں کا قائم کرنا اور ان کی اضداد کا نفی کرنا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ان ہی چار خصلتوں کے واسطے بھیجا ہے اور تمام شریعتوں میں انہی چار خصلتوں کا ارشاد ہے اور ان کے کسب کرنیکی حرص دلانی اور ان کے واسطے محل ظن قائم کرنا ہے اور شریعتوں کی ترغیب انہی چار خصلتوں کی طرف مصروف ہے اور اُن کا ڈرانا ان کے اضداد کی طرف راجع ہے۔ اور بھلائی اور نیکی سے مراد انہی چار خصلتوں کا کسب کرنا ہے اور گناہ سے مراد ان کی اضداد کا کسب کرنا ہے۔ یا مظنہ اُن کا۔ اور جن اخلاق کا ہونا معاد میں نفع دیتا ہے اور اُن کا فقدان ضرر کرتا ہے وہ یہی چار خصلتیں ہیں اور جس شخص نے کہ بطور ذوق اور وجدان کے ان چار خصلتوں کو جان لیا اور ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں مختلف شریعتوں نے جو اُن کو پہنچایا اور پھیلایا ہے اُس کے طریق کو پہچان لیا وہ فقیہ فی الدین اور راسخ فی العلم ہے اور جس شخص نے کہ شریعتوں کی مثالوں سے ان خصلتوں کا سراغ نکالا اور اُن کے رنگ میں رنگا گیا اور اُس کے نفس نے اُن کو اپنے اصل جوہر میں قبول کر لیا وہ محسنین میں سے ہے الغرض ان چار خصلتوں کا پہچاننا اُن بڑے کاموں میں سے ہے جو کہ اس بندۂ ضعیف پر وارد ہوئے۔ ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۔ ان میں سے ایک تو طہارت ہے اور اُس کی حقیقت اور اُس طرف میلان نفوس سلیمہ میں سے ہر ایک نفس میں امانت رکھی گئی ہے پس وہ نفس اگر اپنی فطرت کی سلامتی پر ہووے اور کوئی عارضہ اُس کو پریشان نہ کرے تو وہ بالضرور طہارت پر ہوگا۔ اب یہ نہ سمجھنا کہ یہاں پر ہماری مراد طہارت سے وضو اور غسل ہے بلکہ وضو

وغسل کی روح اور اُس کا نور مراد ہے۔ اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جو نفس زکیہ کہ احوال سفلیہ شاغلہ (مثل بول و براز) اور تشویشات طبیعیہ مثل حرص اور غصہ اور بھوک سے فراغت کی حالت میں اُس کے مزاج کی صحت اور فطرت کی سلامتی اور احکام نوع کیواسطے مادہ کی تمکین اُس کی احوال سے دریافت کرنا چاہتے ہیں (شخص مذکور) جو نجاستوں میں آلودہ ہوجاوے اور اُس کی بدن پر میل جم جاوے اور بال بڑے بڑے ہوجاویں اور پیشاب اور پاخانہ اور ریاح اُس کے معدہ میں جمع ہوکر گرانی پیدا کریں اور جماع سے اور اُس کی دواعی سے قریب العہد ہو (یعنی اُس کی مشغولی کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور غسل جنابت نہیں کیا) یہ شخص اگر اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے تو بالضرور ایک قسم کا انقباض اور تنگی اور غم اپنے اندر پاوے گا اس کے بعد جس وقت بول و براز سے فراغت ہوجاوے اور پانی سے غسل کرے اور بڑھے ہوئے بالوں کو دور کرے اور پارچہ جدید پہنے اور خوشبو لگاوے پھر اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے تو بالضرور اپنے اندر انشراح اور سرور اور انبساط پاوے گا۔ پس پہلی حالت حدث کی ظلمت ہے اور دوسرے طہارت کا نور اور جب حدث کی ظلمت نفس کو احاطہ کرتی ہی تو شیطانی وسوسے اور خوفناک خواب آتے ہیں اور سوتے وجاگتے دل پر سیاہی ہجوم کرتی ہے اور جس وقت طہارت کا نور احاطہ کرتا ہے ملائکہ کے الہامات اور عمدہ خواب آتے ہیں اور سوتے وجاگتے دل پر ایک قسم کا نور غالب ہوتا ہے۔ کسی کو خواب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے دل میں یا منہ میں آفتاب آگیا ہے اور اس کے سبب سے خوش ہوتا ہے اور کوئی شخص دیکھتا ہے کہ پیشانی پر اور دیگر اعضا پر چاند اور ستارے آملے ہیں۔ اور کوئی دیکھتا ہے کہ طہارت کا نور اُس پر بارش کی طرح برس رہا ہے الغرض سب یہ شکلیں اور علامات ہیں اور اُس کی حقیقت ایک ہیئت ہے وجدانیہ کہ نور اور

انس کے سوا کسی اور لفظ سے اس کو بیان نہیں کر سکتے اور اس کا بیان ہم نسبت طہارت میں کر چکے ہیں اور یہ صفت انسان کے حالات میں سے ملاء اعلیٰ کے ہی حال سے زیادہ تر مشابہ ہے۔ بہیمیہ آلودگیوں سے ان کے مجرد ہونے میں اور خود خود مسرور و مبتہج ہونے میں اور جس مقام میں کہ وہ ہیں اُس سے اُنس حاصل کرنے میں۔ اور جب کوئی شخص ملاء اعلیٰ سے ملجاتا ہے اُس جگہ پر ایک طرح کا اُنس اور سرور اور ابتہاج بے نہایت دیکھتا ہے پس جب یہ شخص اس حالت کو اپنے نفس میں راسخ کر لیتا ہے اور اُس کا ملکہ حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے اور ملاء اعلیٰ کے درمیان ایک مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور جنت کی خوشبوؤں سے اُس پر ایک دروازہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ دوم اللہ تعالیٰ کیواسطے خضوع کرنا اور دل کی بینائی کو اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف متوجہ کرنا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نفس سلیمہ کو تشویشات خارجیہ اور طبعیہ سے فارغ ہونیکے وقت جو صفات الٰہیہ اور اُس کی کبریائی اور جلال یاد دلاتے ہیں اور کسی طرح سے اُس کا منہ اُس طرف متوجہ کرتے ہیں تو بالضرور اُس کو ایک حالت حیرت اور دہشت کی قسم سے پیش آتی ہے اور مقدس و مجرد رنگوں میں سے ایک قسم کا رنگ اس کو احاطہ کر لیتا ہے اور جب اس حیرت اور دہشت سے تنزل کرتا ہے اور حالت سفلیہ کی طرف جھکتا ہے تو یہی حیرت اور دہشت خضوع اور خشوع اور احتیاج ہو جاتی ہی جیسا کہ غلام آقا کے دربار میں یا گنوار بادشاہ کے آگے یا محتاج سائل سخی کریم کی رو برو۔ الغرض نفس کی حالت میں سے مشابہ تر حالت ملاء اعلیٰ کے ساتھ خدا تعالےٰ کے جلال اور کبریائی کے سامنے اُن کے خوف زدہ ہونے میں صفت خشوع و خضوع اور مناجات کی ہے جب نفس اس کیفیت سے رنگین ہو جاتا ہے اور یہ خصلت اُس کے اصل جوہر میں پیدا ہو جاتی ہے تو اُس کے اور ملاء اعلیٰ کے درمیان

اُس حالت کی وجہ سے ایک دروازہ کشادہ ہوجاتا ہے اور ملاء اعلےٰ کی طرف سے اس شخص پر معارف جلیلہ مترشح ہوتے ہیں — جن کی شکل تجلیات الٰہی ہوتی ہیں۔ خصلت سوم سماحت ہے اور اُس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس حب انتقام اور بخل اور حرص وغیرہ خواہشات بہیمیہ خسیسہ کا مغلوب نہو وے۔ پس اس خصلت کا ہر ایک شعبہ اُس خواہش کے اعتبار سے جدے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پس شہوت فرج اور بطن کے تقاضے کو نفس قبول نہ کرے تو اُس کو عفت کہتے ہیں اور رفاہیت اور ترک عمل کے تقاضے کو نہ قبول کرے تو اُس کو مجاہدہ کہتے ہیں اور بیقراری اور گھبراہٹ کو قبول نہ کرے تو اُس کو صبر کہتے ہیں اور حب انتقام کے تقاضے کو قبول نہ کرے تو اُس کو عفو کہتے ہیں اور اگر خواہش بخل کو قبول نہ کرے تو اُس کو سخاوت کہتے ہیں اور خواہش حرص کو قبول نہ کرے تو اُس کو قناعت کہتے ہیں اور شرع کی جو حدیں اور مقداریں معین ہوگئی ہیں اُس کی مخالفت کی خواہش نہ کرے تو اُس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ اور ان سب خصلتوں کی جڑ ایک چیز ہے اور وہ بالکل غالب ہوجانا عقل کا ہے خسیسہ بہیمیہ خواہشوں پر اور ان خصلتوں کی مختلف شکلوں اور شاخوں پر عمل کرنے سے وہ حالت نفس میں داخل ہوجاتی ہے اور نفس کا ملکہ ہوجاتی ہے اور جس شخص کے نفس میں یہ خصلت راسخ اور مضبوط ہوجاتی ہے جب مرتا ہے سب خسیس ہیئتیں کہ اس عالم میں اس کے نفس پر ہجوم کرتی تہیں بالکل متلاشی اور نابود ہوجاتی ہیں اور یہ شخص ایسا صاف ہوجاتا ہے جیساکہ سونا خالص کٹھالی سے نکلتا ہے۔ اور یہ ایسی خصلت ہے کہ عذاب قبر سے محفوظ رہنا اکثر اسی خصلت پر موقوف ہے اور صوفیہ اس کو زہد اور حریت اور ترک دنیا کہتے ہیں۔ خصلت چہارم عدالت ہے اور وہ ایسی خصلت ہے کہ انصاف اور کلی سیاست کا انتظام قایم رکہنے کا صدور اسی خصلت سے ہوتا ہے اور اس کی بہت شاخیں ہیں اور اگر آدمی ہمیشہ اپنی حرکات

وسکنات میں نظر کرتا ہے اور بہترین وضع کو اختیار کرتا ہے اور ہر حادثہ میں سب سے
بہتر وضع اختیار کرنے کی اُس کو ہدایت ہوتی ہے اور اُس کا دل ہمیشہ اُسی چیز کی طرف
کھینچتا ہے اس کو ادب کہتے ہیں اور جو کہ جمع وخرچ اور خرید و فروخت وغیرہ کی تدابیر کے
قایم رکھنے اور درستی کرنے سے متعلق ہے اُس کو کفایت کہتے ہیں اور جس کی وجہ سے
تدبیر منزل اچھی طرح کرے اُس کو حریت کہتے ہیں اور جو کہ شہر اور اُس کے متعلق
لشکر وغیرہ کا انتظام کرے اُس کو سیاست مدینہ کہتے ہیں اور جو کہ بھائی بندوں میں
اچھی طرح زندگانی بسر کرے اور ہر ایک کا حق ادا کرے اور سب سے الفت اور ان کے
حسب حال بشاشت کرے اُس کو حسن معاشرت کہتے ہیں ۔ الغرض ان سب کی ایک
جڑ ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ ایسے طور پر ہو کہ عمدہ انتظام کو اختیار کرے اور بے اختیار
اُس پر عمل کرے اور جس شخص میں یہ خصلت بوجہ اتم ہوتی ہے درمیان اس کے اور
ان فرشتوں کے جو ملاء اعلےٰ سے خود حضرت حق کی وسائط ہیں اور نظامات عادلہ
کو قائم کرنا اُن کی اصل فطرت میں رکھا ہوا ہے اور اُن کو دربارہ عمدہ ہونے نظام
عادل کے قوی ہمت دی ہے بڑی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور ان فرشتوں
سے اُس کی طرف نورانی شعاعیں سورج کی کرنوں کی مثل سیلان کرتی ہیں اور یہیہ
شعاعیں بہت نعمت اور رفاہیت کا سبب ہوتی ہیں ۔ اور اس نعمت اور رفاہیت
اور انس کی شکل اُن کی استعداد کے موافق مختلف صورتوں میں ہوتی ہے کوئی تو سچے
بھائیوں کی معاشرت کی صورت میں دیکھتا ہے اور کوئی عمدہ کھانے اور بہتر لباس اور
بلند مکان اور دلپسند بیویں پاتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس ۔ اور جو شخص کہ نظام عادل کی مخالفت
کرتا ہے اور شریعت کے حکم کا انکار کرتا ہے اور جن کاموں سے عامہ خلایق کو نقصان
پہنچے عمل میں لاتا ہے تو اس کی اور بخشش الہی کی وسائط کے درمیان ایک طرح کی وحشت
پیدا ہوجاتی ہے اور ظلمانی شعاعیں اُن سے اُس کی طرف سیلان کرتی ہیں اور ہر طرف سے

تنگی اور ضیق اُس پر ہجوم کرتا ہے اور اسی طرح سے جو شخص کہ صفت خشوع سے موصوف نہیں بلکہ اُس کی ضد کے ساتھ موصوف ہے جس وقت اس عالم سے گذرتا ہے طوٗبرطوٗ اندھیرے بعض بعض پر چڑھے ہوئے اُس پر ہجوم کرتے ہیں اور اُس کا بھید یہ ہے کہ وہ عالم (یعنی عالم برزخ یا قیامت) جبروت کی حقیقت کا انکشاف چاہتا ہے اور یہ صفت خشوع کی ضد ہے اور عدم انکشاف جبروت کے باعث اور اسکی باعث رنج اور نفرت اور تنگی دل پر وارد ہوتی ہے۔ اور جو شخص کہ سماحت کی ضد سے موصوف ہے دنیاوی تعلقات یعنی حب مال وجاہ واولاد اور خسیس حالت مثل بھوک وپیاس وغیرہ کے اُس کے دل پر ہجوم کرتے ہیں جس طرح کہ مہر کو موم پر زور سے دباویں اور موم میں اُس کے نقوش چھپ جاتے ہیں اور سمح کی مثال پانی کی سی ہے کہ بمجرد علیحدہ ہونے مُہر کے وہ نقش پانی پر سے ناپید ہوجاتے ہیں۔ شعر

بوسعت مشربان رنگ تعلق درنمیگیرد	اگر نقشی زنی برروئے دریا بے اثر باشد

شارع صلے اللہ علیہ وسلم نے طہارت کی صفت کی کہساب کے واسطے وضو اور غسل اور تمام وہ چیزیں جنکی طرف نسبت طہارت میں اشارہ کیا گیا ہے مشروع فرمائی اور صفت خشوع کی کہساب کے واسطے نمازیں اور مناجات اور تلاوت قرآن شریف کی اور دعائیں اور تعوذات کو مقرر فرمایا ہے اور سماحت کے اکتساب کے واسطے عفو اور حسن خلق اور مثل اس کے کو معین فرمایا اور عدالت کے اکتساب کے واسطے مریض کی عیادت اور سلام اور حدود اور آداب کو واجب کیا۔ الغرض یہ گفتگو دراز ہے اور جو شخص اس کی تفصیل معلوم کرنا چاہے اُس کو چاہیئے کہ ہماری کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی طرف رجوع کرے اور اس جگہ پر ہمارا مقصود صرف ان چار خصلتوں کا بیان کرنا ہے سالک کو چاہیئے کہ ان چاروں خصلتوں کو پہچانے اور بطور تحقیق اور تدقیق کے

اُن کو اپنی نظر کے سامنے کرے اور کام کرنیکے وقت اُن سے تجاوز نہ کرے اور انکی اضداد میں طبیعت کو میل نہ کرنے دے پس جو آدمی کہ احسان کو پہچان لے اور حاصل کرلے اور وہ نور طہارت اور خلاصہ مناجات ہے اس کے بعد اگر وہ اس وصف کو اپنے اندر نہ پاوے یا کم پاوے تو اُس کو چاہیئے کہ اُس کا سبب معلوم کرنے کی طرف متوجہ ہو اگر اُس کا سبب طبیعت کا زور ہے تو روزہ رکھنے سے اُس کا علاج کرے اور اگر غلبہ شہوت ہے تو نکاح یا ملک یمین[1] کے ذریعہ سے اُس سے خلاص پاوے اور اگر لوگوں کی صحبت ہے تو اعتکاف اور قلت اختلاط کے ذریعہ سے دفع کرے اور اگر فکر کا ظرف خیالات مشوشہ سے بھر گیا اور اُس کے سبب سے نسبت میں فرق آگیا ہے اُس کے علاج کے واسطے ذکر بکثرت کرے اور اگر اہلِ دنیا کی رسوم کا ہجوم باعث ہووے تو اُن کا وطن چھوڑ دے +

قطرہ اٹھارھواں - مجھکو معلوم کرایا گیا ہے کہ افراد انسان میں مختلف استعداد یں پیدا کی گئی ہیں اور ہر شخص اپنی استعداد کے موافق کمال پیدا کرتا ہے اور کوئی شخص اُس استعداد سے زیادہ حاصل نہیں کرسکتا جو کہ اُس کے واسطے مقرر کی گئی ہے - ذٰلک تقدیر العزیز العلیم اور بیشک مخبر صادق حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث ذیل یعنی اِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَکَانِہٖ فَصَدِّقُوْہُ وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَیَّرَ عَنْ خُلُقِہٖ فَلَا تُصَدِّقُوْہُ فَاِنَّہٗ یَصِیْرُ اِلٰی مَا جُبِلَ اِلَیْہِ[2] میں انہیں استعداد کا ارادہ کیا ہے پس اگر کوئی شخص ایک روش اور طریقہ کے واسطے مستعد اور مہیا ہووے اور وہ دوسری روش اختیار کرنا چاہے باوجود نہایت مشقت اُٹھانے کے

---

[1] - یعنی لونڈی - کنیزک - ۱۲

[2] ترجمہ - جب سنو تم کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اُسکو مان لو اور جب سنو تم کہ کوئی آدمی اپنی خلقی خصلت سے ٹل گیا تو اُس کو مت مانو - بیشک وہ جس خصلت پر پیدا کیا گیا ہے اُس کی طرف بازگشت کریگا - ۱۲

روش مطلوب بقدر کافی اُس کو حاصل نہوگی۔ شعر

این راہ کہ تو میروی بترکستان است		ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی

اور اگر کوئی ایک کمال کا ثمرہ طلب کرے اور اُس کی جبلت دوسرا کمال چاہتی ہو تو اُس کی سعی ناکام اور بے نیل مرام رہیگی۔ شعر

اضاع العمر فی طلب المحال		کسے در صحن کاجی قلیہ جوید

منجملہ اُن علوم جلیلہ الہامیہ کے کہ اس بندہ ضعیف پر نازل ہوئے ہیں بنی آدم کی استعدادات اور اُن کے شمار اور ہر ایک کی علامت اور اُس کے مبلغ کمال کی شناخت ہے تاکہ سالک دانا اپنی روش کو پہچانے اور اپنی راہ کو زیر نظر رکھے یا شیخ مشفق اُس کو اُسی راہ کی طرف رہنمائی کرے۔ ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وعلی الناس وَلٰکِنَّ اکثر الناس لَا یشکرون ۵ اور یہ شناخت ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہو۔ بدان اسعدک اللہ تعالیٰ کہ انسان میں دو قوتیں ودیعت رکھی ہیں ایک قوت ملکیہ اور دوسری قوت بہیمیہ اور اس میں بھید یہ ہے کہ اس میں نفس ناطقہ کو پیدا کیا ہے جو نسمہ میں تصرف کرتا ہے اور نسمہ سے مراد روح ہوائی ہے کہ عناصر کے خلاصہ سے پیدا ہوتی ہے تو بالضرور اُس نفس کے دو رُخ مقرر کئے ہیں ایک رخ تو وہ ہے کہ جس کے ذریعہ بھوک اور پیاس اور غلمت اور غضب اور حسد اور رضا اور سخط وغیرہ میں بہائم سے مقارنت رکھتا ہے اور دوسرا رخ وہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے ان اشیاء خسیسہ سے خلاص پانے میں عالم تجرد کے ساتھ اور انس اور ابتہاج حاصل کرنے میں اور خدا تعالیٰ کی بخشش کے وسائط کی طرف کان لگانے میں اور اُس جگہ سے الہام حاصل کرنے میں ملائکہ کے ساتھ محاذات رکھتا ہے۔ پھر یہ الہام اگر حقایق نفس الامریہ کی جنس سے ہوتا ہے تو اس قسم کے علوم کا خزانہ جمع ہوتا جاتا ہے۔ اور اگر کسی نظام کے قائم

کرنے اور کسی کام کے کرنے کی جنس سے ہوتا ہے تو اُس کام کا کرنا محض فوقانی
ارادہ سے ہوتا ہے ۔ نہ خواہش طبعیہ سے پس بعض اوقات تو انسان بہیمہ خالص
ہوجاتا ہے ۔ اور قوت ملکیہ اُس میں پوشیدہ ہو جاتی ہے اور بعض اوقات خالص
ملک ہو جاتا ہے اور قوت بہیمیہ اس میں چھپ جاتی ہے اور اسی سبب سے انسان کو
امر اور نہی کا مکلف کیا ہے اور مہمل نہیں چھوڑا بخلاف بہائم اور ملائکہ کے کہ اُن میں
تعارض قوتوں کا نہیں ہے قال اللّٰہ تعالیٰ و تبارک ۔ وحملها الانسان انہ کان
ظلوماً جهولا ۔ ظلوم وہ ہے کہ متصف بعدل نہو اور اُس کی قابلیت رکھتا ہو ۔
اور جہول وہ ہے کہ بالفعل علم نہ رکھتا ہو اور قابل اُس کے ہو الغرض بنی آدم کی
استعداد کا اختلاف اُن کے اشخاص کے اختلاف کے تابع ہے بمقدار ان دو
قوتوں کے ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ملائکہ دو قسم کے ہیں ۔ ملا اعلےٰ اور ملا
سافل ملا اعلےٰ کی شان اسما رالہی کے علوم سے رنگین ہونا اور مبادی وجود کو
جاننا اور نظام کلی اور حکمت باہرہ جو جہان میں مقصود ہوئی ہے دربارہ خلق اور
تدبیر اور تدلی کے اُس کا علم حاصل کرنا اور اُس کے موافق ہمت لگانا ہے اور ملا
سافل کا کام بطور الہام اور تبدیل کرنیکے فوقانی ارادہ کے موافق برانگیختہ ہونا بغیر
اس امر کے کہ اُن کو اصل مصلحت کلیہ کی اطلاع ہوئی ہو اور جو کچھ ہوتا ہے اور
حظیرۃ القدس میں مقرر ہوگیا ہے اُس کی صورت قبول کرنا جس طرح پر کہ دیکھنے والے کی
صورت آئینہ میں منتقل ہو جاتی ہے اور ناچار ہر ایک فرشتہ اُسی واقعہ کو معلوم
کرتا ہے جو اُس کی فطرت کے مناسب ہوتا ہے ۔ اور بہائم بھی دو قسم کے ہیں ایک شدید البہیمیہ دوسرا
ضعیف البہیمیہ پس جو حیوان نر کہ اصل ولادت میں صحیح المزاج پیدا ہوا ہے اگر اُس کو
غذا مناسب کھلاویں اور بہت دودھ دیں اور خوب گھاس کھلاویں اور کوئی عارضہ
اور خلل اُس کو نہ پہنچے تو بالضرور اپنی جوانی کے وقت ظاہر میں بڑے قد کا اور بلند آواز

زور آور ہوگا۔ اور خصلت میں ہمت والا غصیارہ حسد ناک ایسا ہوگا کہ کسی کو اپنے سے بہتر اور غالب تر اور ظاہر تر ہونا نچاہے گا اور شجاع اور پر دل ہوگا اور کوئی چیز اُس کی نظر میں زبر نہ دکھائی دے گی اور محنت کش ہوگا اور جو اُس کو خصی کردیں یا اصل دلادت میں ضعیف و کمزور ہو اور غیر مناسب تربیت میں بڑا ہوا ہو تو بالضرور ظاہر پیدائش میں اور خصلت میں بھی اُن باتوں کے برخلاف حالتیں اُس سے ظاہر ہوں گی اور قوت بہیمیہ کی استعداد کا کمال دو خصلتوں پر منحصر ہے ایک ارادہ کی قوت اور ہمت کی تیزی اور دوسری پیدائش اور خصلت میں کامل ہونا اور پہلی خصلت کا اثر یہ ہے کہ روح کے چہرہ پر حجاب ہو اُس طرح پر روح اس میں چھپی ہوئی ہو اور اس شخص کی فنا حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ اُس کی ہمت کی تیزی متبدل ہوکر بقا نہ حاصل ہو اور خصلت ثانیہ کا اثر لذات و شہوات میں منہمک ہونا اور کمال اخلاق سے عاری ہونا اور رفنا اُس کے اخلاق کا تمام اور کمال ہونا۔ اور کمال نفس کا بدون تیزی اور حدت کے پورا ہونا اور جب قوت ملکی اور بہیمی دونوں اِس ایک شخص میں جمع ہوتی ہیں تو اُن کا اجتماع بھی دو قسم پر ہوتا ہے۔ ایک تجاذب اور دوسرا اصطلاح اور تجاذب سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک خصلت دوسرے کی امیزش بدُن اپنے مقتضیات کی طالب ہو اور اپنے مجریٰ طبعی پر چلنا چاہے۔ پس اگر بہیمیہ غالب ہووے تو اپنی لذات میں منہمک ہونا چاہے اور عالم ملکیہ سے بالکل اعراض کرے اور اگر ملکیہ غالب ہو تو چاہے کہ احکام بہیمیہ سے بالکل نکلجاوے اور ملا اعلیٰ میں گھس جاوے اور جبروت کے رنگ میں رنگی جاوے اور جو احکام کہ درمیان ملکیہ بہیمیہ کے ہیں اُن کی طرف ذرا بھی التفات نہ کرے اور مراد اصطلاح سے یہ ہے کہ ملکیہ اپنی خصلتوں کے طلب کرنے سے اور اپنی کامل صورت سے تنزل کرے اور بہیمیہ حالات سفلیہ نامناسبہ سے ملکیہ کی طرف ترقی کرے اور درمیان میں

ایسی جگہ جمع ہو جاوے کہ دونوں طرف سے مناسبت رکھتی ہو۔ مثلاً عبادات بدنیہ اور
حلاوت مناجات اور سخاوت نفس اور عفت طبع اور اختیار کرنا نفع عام کا اور بھائیوں
کے ساتھ حسن معاشرت کرنا اور سب کا حق ادا کرنا اور فکر کا سلامت ہونا اور سچا ہونا
خواب کا اور ہاتف اور فراست کا اور مثل اس کے۔ پس اگرچہ اقسام بنی آدم کے
بیشمار ہیں لیکن اُصول اُن کے آٹھ ہیں۔ چار تو اہل اصطلاح اور چار اہل تجاذب نفس عالیہ
بہیمیہ شدیدہ کے ساتھ۔ نفس عالیہ بہیمیہ ضعیفہ کے ساتھ۔ نفس سافلہ بہیمیہ شدیدہ کے ساتھ۔ نفس
سافلہ بہیمیہ ضعیفہ کے ساتھ۔ نقشہ جملہ اقسام ہشتگانہ کا یہ ہے +

اہل تجاذب نفس عالیہ بہیمیہ ضعیفہ	اہل اصطلاح نفس عالیہ با بہیمیہ ضعیفہ
اہلِ تجاذب نفس عالیہ بہیمیہ شدیدہ	اہلِ اصطلاح نفس عالیہ با بہیمیہ شدیدہ
اہلِ تجاذب نفس سافلہ با بہیمیہ ضعیفہ	اہلِ صطلاح نفس سافلہ با بہیمیہ ضعیفہ
اہلِ تجاذب نفس سافلہ با بہیمیہ شدید	اہل صطلاح نفس سافلہ با بہیمیہ شدیدہ

جب تم نے یہ مقدمہ سمجھ لیا تو جان لو کہ ان آٹھوں میں سے ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے اور جس شخص کی کہ قوت
بہیمیہ شدید ہے اُس کو ریاضت شاقہ کی ضرورت ہے اور اُس کے کمال کی فتح باب
ہوکا رہنے میں اور جاگنے میں اور ذلت اختیار کرنے میں ہے اور ایسے شخص کے تمام
آثار قوت کے ساتھ ہوتے ہیں اور توجہ کرنے سے اور ہمت لگانے سے عجیب
طرح کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں اور اس کو وجد اس شدت سے ہوتا ہے کہ اُس کی مستی
میں بالکل بے حواس ہو جاتا ہے اور کئی روز متواتر جہان سے بیخبر رہتا ہے اور جس
شخص کی قوت بہیمیہ ضعیف ہوتی ہے اُس کو ریاضت شاقہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ
ریاضات شاقہ اُس کو تشویش پہنچاتی ہیں اس کی فتح باب زیادہ ذکر کرنے میں اور اُسمیں
دیر تک مشغول رہنے میں ہے اور اس کے خوارق بالکل کالعدم ہوتے ہیں اور اس کا
وجد ضعیف ہوتا ہے کسی قسم کے درد یا حیا وغیرہ کے عوارض سے جاتا رہتا ہے۔ اور

جس کی قوت ملکیہ عالیہ ہوتی ہے وہ نبوت اور فردیت اور فنا اور بقا وغیرہ کمالات عظیمہ کے واسطے مخصوص ہوتا ہے اور نیز زبان قدم کے ترجمان ہونیکے واسطے اور عالم تجرد سے خبر دینے کے واسطے مخصوص ہوتا ہے اور جس شخص کی قوت ملکیہ سافلہ ہوتی ہے اُس کی کوشش کا نہایت ثمرہ کشف اور اشراف اور انوار ملکیہ ہوتے ہیں اور جو شخص کہ اہل اصطلاح سے ہے جوارح اور قلب کے اعمال میں زیادہ مودب ہوتا ہے اور حق شناسی اور مصالح دارین کا درست کرنا اچھی طرح سے کر سکتا ہے۔ اور اکثر قلق و ضطراب نہیں رکھتا اور جو شخص کہ اہل تجاذب سے ہے خالص جسمانی سے نکلنے اور مجرد ہونے کا عشق رکھتا ہے اور اس کی پوری رغبت عالم جہات سے بھاگ جانے اور خلاص ہو جانیکی طرف ہوتی ہے اور اس کا حال مثل اُس پرندے کے ہے کہ اُس کو قفس میں قید کیا ہوا ہے اور ان میں سے جس کی بہیمیہ شدیدہ ہے اُس کا قلق بہت زیادہ ہے اور جس کی بہیمیہ ضعیف ہے اُس میں قلق نہیں ہوتا اور جس کی بہیمیہ بہت شدید ہے وہ بڑے کاموں میں خوض کرتا ہے۔ اگر صاحب نفس عالیہ کا ہے تو ریاستہائے عظیمہ جو کلی رائے سے حاصل ہوتے ہیں اُن کا قائم کرنے والا ہوتا ہے۔ انبیار کی طرح اور نہیں تو قتال اور غیرت اور حمیت وغیرہ میں نہایت جرأت کرتا ہے اور جس کی قوت بہیمیہ ضعیف ہوتی ہے وہ شخص بڑے کاموں کی طرف سے بہت ہی بے رغبت ہوتا ہے لیکن صاحب نفس عالیہ دنیا کو رضا رمولیٰ کے واسطے ترک کر دیتا ہے تاکہ اُس طرف پوری توجہ کر سکے اور صاحبِ نفس سافلہ اگر اپنی قابلیت کے موافق کسب کمال کا موفق ہوا تو دنیا کو آخرت کیو اسطے ترک کر دیتا ہے اور اگر بباعث کسل اور عجز اور ناتوانی کے موفق نہ ہوا جملہ کمالات سے باز رہتا ہے اور سب سے زیادہ شریعت کے فرمانبردار اہل اصطلاح ہیں اُن میں سے جو شخص صاحبِ نفس عالیہ ہیں وہ اسرار خداوندی کو سمجھنے والے اور اُس کی حکمتوں کے تحقیق کرنے والے ہوتے ہیں اور جو صاحب نفس سافلہ ہیں وہ اُن کے مقلد ہیں اور اسرار کے

ضمن میں شریعت کی ارواح سے لذت پاتے ہیں اور اہلِ تجاذب اگر بہیمیہ کی قید سے چھوٹ جاتے ہیں اور نفس عالیہ رکھتے ہوں اُن کی ہمت اکثر معرفت اسمائے الٰہی اور صفات الٰہیہ کی اور فنا اور بقا کی طرف ہوتی ہے اور اگر نفس سافلہ رکھتے ہیں تو جبتک اوراد اور ریاضت کے ذریعہ سے بہیمیہ کو نہیں توڑتے شریعتوں کو نہیں پہچانتے اور ان کی نہایت خورسندی کشف اور اشراف بروقائع الٰہیہ اور استجابت دعا اور تاثیر اور توجہ وغیرہ کی جنس سے بوارق ملکیہ میں ہے اور مجذوب ہونا اور پیر ظاہر کی تربیت بدون معرفت حاصل کرنا اور جو ظاہر میں پیر ہو تو کچھ اُس کا ممنون احسان نہونا اہل تجاذب میں سے نفس عالیہ کی خاصیت ہے لیکن جس کی بہیمیہ شدیدہ ہے اُس کو اکثر عجب طرح کا اتفاق پڑتا ہے کہ ایک لحظہ میں دنیا کی طرف سے دل سرد ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت غالب آجاتی ہے یا تو کسی حادثہ کے باعث یا وعظ سنکر یا کسی بزرگ کی توجہ میں بیٹھکر اور اُس کا یہ اچانک منتقل ہونا اس قسم کا ہوتا ہے کہ عام خلایق اُس کو خرق عادت تصور کرتے ہیں اور جس شخص کی بہیمیہ ضعیف ہو اکثر اُس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ولی مادرزاد ہے اور یہ تمام کمال اُس کا پیدایشی ہے مگر جس قدر کہ جوان ہوتا گیا بقدار قوت کے وہ کمال ظاہر ہوتا گیا اور اہل اصطلاح کا کمال چیونٹی کی چال کی طرح آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے اور دفعتہً انتقال نہیں کرتا مگر جبکہ بہیمیہ شدیدہ ہووے اور جو شخص کہ اہل تجاذب ہیں اور نفس سافلہ رکھتے ہیں اگر اُن کی بہیمیہ شدیدہ ہے ہر چند کہ ریاضتیں کریں یا کوئی بزرگ قوی التوجہ اپنی تاثیر ڈالتا رہے اور بیداری اور خواب میں انوار چمکتے معلوم ہوں اور رویائے صالحہ اور ہاتف اور الہام ظاہر ہو مگر کوئی چیز ان میں سے اُس پر اثر نہیں کرتی اور اگر اثر کرتی ہے تو دفعتہً کرتی ہے اس طرح پر کہ ان چیزوں کا اثر اُس پر نہایت قوی اور زیادہ ہوتا ہے اور ان کی طبیعت میں نہایت استقامت اور صدق ہوتا ہے اور اگر لوگ اس قسم کے شخص سے مطلع ہوتے

ہیں تو اُس کے نہایت معتقد ہوتے ہیں اور اگر اُن کی قوت بہیمیہ ضعیف ہے تو تجلیات معنویہ اور نکتہ فہمی اُن پر غالب آجاتی ہے اور ان احوال کا اثر اُن کے دل پر چنداں قوی نہیں ہوتا اُن کے نزدیک جو کچھ کہ ہوتا ہے گویا کہ نہیں ہے اور کبھی کبھی ان کو اس میں شکوک اور شبہات پڑجاتے ہیں اور غالباً اگر لوگ اس گروہ کے خوارق سے مطلع ہوں تو چنداں معتقد نہیں ہوتے۔ اور جو شخص کہ اہل اصطلاح سے ہیں اگر نفس عالیہ رکھتے ہیں انبیار علیہم السلام کے علوم جیساکہ ملاء اعلیٰ کے ملائکہ کو دیکھنا اور عبادات کے اسرار کی معرفت اور سیاسات ملت اور تدبیر منزل اور تدبیر مدینہ اور اخلاق اور معاد کے حالات اُن کو حاصل ہوتے ہیں اور اگر نفس سافلہ رکھتے ہیں ہر چند کہ ریاضتیں اور عبادتیں کریں کرامات اور خوارق کی قسم سے اُن کو کچھ ظاہر نہیں ہوتا البتہ مناجات کی حلاوت اور نفس کا مطیع ہونا اور اُس کے اطمینان احکام شرایع میں ان لوگوں کو حاصل ہوجاتی ہے۔ اور وہ اسی بات سے خوش رہتے ہیں اور بہترین خلق اصحاب نفوس عالیہ ہیں لیکن جوکہ اہل اصطلاح سے ہیں قوم کے امام اور پیشوا ہونیکے لایق ہیں اور جوکہ اہل تجاذب ہیں علم الہیات کے بیان کرنے میں اُن کی زبان زیادہ گویا ہے اور جن کی قوت بہیمیہ زیادہ قوی ہے مقتدائے قوم ہیں اور لوگ اُن کے زیادہ معتقد ہوتے ہیں۔ اور جن کی قوت بہیمیہ ضعیف ہے اُن کو کوئی نہیں پہچانتا اور خلق میں چنداں مشہور نہیں ہوتے۔ اور اہل نفوس عالیہ لوگوں میں بہت کم ہوتے ہیں اور اہل نفوس سافلہ بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور اہل بہیمیہ شدیدہ بہت کم ہوتے ہیں اور اہل بہیمیہ ضعیفہ بہت ہوتے ہیں اور جو شخص کہ اہل تجاذب سے ہی اور نفس عالیہ رکھتا ہے اگر قوی البہیمیہ ہے اُس کی مثال آہنی شیشہ کی سی ہے کہ عین صلابت میں صفائی رکھتا ہے اور اُس کی صیقل صورت کے ظہور کے واسطے شرط ہے اور اگر ضعیف البہیمیہ ہے اُس کی مثال روئی کے گالے کیسی ہے کہ اُس کو پانی میں بھگویا ہوا ور پانی کے قطرے اُس سے

چمکتے ہوں اور جو شخص کہ اہلِ تجاذب سے ہے اور نفس سافلہ رکھتا ہے اوقوی البہیمیہ ہے اس کی مثال اُس آئینہ کی سی ہے کہ اُس کے جوہر میں رنگ گھس گیا ہے اگر اُس کو صیقل کریں تو ایک نقطہ کے بعد دوسرا نقطہ چمک سکتا ہے۔ پر اس لایق نہیں ہے کہ اُس میں کسی کا منہ نظر آوے اور اگر ضعیف البہیمیہ ہے تو اُس کی مثال اُس لڑکے کیسی ہے کہ اُس کو جس قدر پڑھاویں یاد اور ضبط نہیں کرتا۔ اُس کی قوت متخیلہ میں اُن چیزوں کی صورتیں جمنے کے واسطے مدتیں چاہئیں اور جو شخص کہ اہلِ اصطلاح سے ہے اُس کے نزدیک عالم تجرد بمنزلہ بھولے ہوئے خواب کے ہے لیکن جو شخص کہ اُنمیں سے نفس عالیہ رکھتا ہے اُس کے نزدیک عالم تجرد اُس کی استعداد کی مناسب صورتوں میں متشکل ہو جاتا ہے اور الفاظ کے ضمن میں باتیں کرنی اُسکا خاصہ ہے اور جو شخص کہ نفس سافلہ رکھتا ہے عالم تجرد سے کوئی چیز اُس کے لئے صورت میں متشکل نہیں ہوتی۔ جب تم کو بنی آدم کی استعدادات کا حال معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اہلِ الیہ کے احوال کا اختلاف اکثر اُن کی استعدادات کے اختلاف پر مبنی ہے ان حضرات میں سے بعض تو صاحب ارشاد ہوتے ہیں اور لوگوں کی تالیف کرتے ہیں اور مناقشہ اور دعوے کے ساتھ خوارق کا اظہار کرتے ہیں اور بعض حضرات چھپے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو نہ کوئی جانتا ہے نہ پہچانتا ہے اور بعض کا علم اُن کے حال سے زیادہ ہوتا ہے اور بعض کا حال اُن کے علم سے زیادہ اور بعض کو وجد قوی ہوتا ہے اور بعض کو وجد کم ہوتا ہے۔ و علے ہذا القیاس اور میں نے ایک بار اس امر کی طرف توجہ کی کہ اولیاء سابقین کی عجیب تاثیرات اور توجہات ہوتی تھی اب اس زمانہ کے بزرگ بھی وہی سلوک طے کرتے ہیں پھر کیا سبب ہے کہ ان سے اُس قسم کی تاثیرات ظاہر نہیں ہوتی تو حظیرۃ القدس کی طرف سے جواب معلوم ہوا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ اسپ عراقی اور یرذون دونوں ایک نوع سے ہیں اور نشو نما میں یکساں چلتے ہیں۔ یعنی بچے سے بڑا بچہ اور بڑے بچے سے

جوان اور جوانی سے کہولت اور کہولت سے شیب اور شیب سے ہرم میں دونوں
برابر انتقال کرتے ہیں اور ہر منزل کے آثار میں بھی دونوں برابر ہیں دانت گرنے
میں اور جوانی کے وقت جفتی کرنے میں اور دیگر حالات میں نہ کرنے میں اور جوانی
میں خشکی کے غالب ہونے میں اور ہرم میں رطوبت طاریہ کے عارض ہونیمیں
اور مذکورہ بالا امور کے علاوہ اور باتوں میں برابر ہیں اور باوجود اس مساوات کی
دوڑنا اور زیادہ مسافت کا طے کرنا جس قدر عراقی سے صادر ہوتا ہے برذون سی نہیں
ہوتا - **قطرہ انیسواں** - مجھ کو معلوم کرایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک انسان
میں چند لطیفہ ودیعت رکھے ہیں ہر ایک لطیفہ کا حال علیحدہ ہی اور سالک ایک
لطیفہ سے دوسرے لطیفہ کی طرف انتقال کرتا ہے یہانتک کہ اُس کا سلوک تمام
ہو جاوے - اور اس مسئلہ کی اصل اس طرح پر ہے کہ جب نفس ناطقہ سے نسمہ متعلق
ہوا اور نسمہ نے مع اپنی قوتوں کے بدن میں حلول کیا تو بالضرور اُس نے چند صورتو
میں حلول کیا اور ہر ایک صورت میں جدا حکم پیدا کیا اور اُس کی اصلی شاخیں تین ہیں
ایک کا نام تو قلب ہی اور وہ غصہ اور جرأت اور حیا اور محبت اور خوف اور قبض
اور بسط اور رضا و نفرت وغیرہ احوال کا اُٹھانے والا ہے اور اُس کا تسلط بائیں
پستان سے دو انگشت نیچے سینے میں ہے اور دوسرے کا نام عقل ہے اور وہ علوم اشیا
کا حامل ہی جس جگہ پر کہ حواس ختم ہو جاتے ہیں یعنی اشیا رغیر محسوس اور غیر متوہمہ کا
تصور کرنا اور جو چیز کہ تصدیق کے لائق ہے اُس کی تصدیق کرنا - اور اُس کا تسلط
دماغ میں ہے اور تیسرے کا نام طبع ہے اور وہ ایسی چیزوں کے اقتضا رکا حامل ہی کہ بغیر
اُن کے یا بغیر اُن کی جنس کے انسان کی بنیاد قائم نہیں رہ سکتی جیسا کہ کھانا
پینا سونا جماع کرنا اور اُس کا تسلط جگر میں ہے پس اگر قوت بہیمیہ اس نفس پر غالب
آگئی تو اُس کا قلب بہیمی ہوتا ہے کہ اُس کا انبساط اور انقباض اور رضا و سخط

وغیرہ احوال تمام لذات طبعیہ کے حصول میں ہوتے ہیں اور کبھی اس سے پستی
کی حالت ہو جاتی ہے اور وسواس شیطانی کی سواری بنجاتا ہے۔ پس بدون
اسباب خارجیہ کے از قبیل وسواس شیاطین عجیب احوال اس پر طاری ہو جاتے
ہیں اور اُس کی عقل ایک سنڈاس ہوتی ہے اور نفس کی ایسی احادیث میں
مبتلا رہتا ہے جو خواہشات طبعیہ کی طرف مائل ہوں پس اگر اُس کو غلبہ شہوت ہوتا
ہے تو اُس کے دل میں جماع کے خطرات بہت آتے ہیں اور اگر بھو کا ہوتا ہے تو انواع
انواع کی قسم کے کھانوں کا خیال دل میں بہت آتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور کبھی
اس سے بھی پست حالت میں پہنچ جاتا ہے اور شیاطین کے وسوسہ کو قبول کرتا ہے
پس اُس کا فکر بالکل نظامات فاضلہ کے توڑنے میں اور عقاید حقہ کے شک کرنے
میں ہوتا ہے اور اس کی طبیعت نفس امارہ بالسوء ہو جاتی ہے اور شرع وعقل کے
برخلاف جو چاہے سو کرتا ہے اور جس راستہ پر دل چاہے چلتا ہے اور اگر اس
نفس میں قوت ملکیہ اور بہیمیہ دونوں مجتمع ہوتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان میں
بطور برزخ کے مزاج معتدل پیدا ہوتا ہے اُس کا قلب قلب انسانی ہوتا ہے۔
پس اس کے خوف اور محبت اور رضا اور سخط کا اعتماد اعتقادات حقہ پر ہوتا ہے۔
دوزخ سے ڈرے اور جنت کی رغبت کرے وعلیٰ ہذا القیاس اور مجاہدہ کرنا۔ اور دل کو
تکلف کے ساتھ غفلت سے باز رکھنا اس مقام میں ہوتا ہے اور اس کا نفس نفس
لوامہ ہوتا ہے اور اُس کی مثال اُس سرکش گھوڑے کی سی ہوتی ہے جس کو لگام سے
مقید کیا ہوتا ہے اور اُس کا ادراک عقل انسانی ہوتا ہے کہ جس چیز کی تصدیق کرنی
چاہئے کما ینبغی تصدیق کرتا ہے اور ہر حال میں یہ تصدیق اُس پر غالب ہوتی ہے۔ اور
یہ مقام ابرار اور علماء دین کا ہوتا ہے اور اس مرتبہ میں شریعت کا تسلط ہے اور اگر
اس نفس میں قوت ملکیہ زور آور ہووے اور قوت بہیمیہ مغلوب اور کالعدم ہووے

اُس کا دل روح ہو جاتا ہے۔ اور مجاہدہ سے خلاص پاتا ہے۔ اور بسط ہوتا ہے بلا قبض کے اور
اور الفت بلا قلق کے اور وجد بلا صعق کے اور اُس کی عقل سترہوتی ہے اور مجری عادت کے
سوا فراست اور کشف اور ہاتف وغیرہ کے ذریعہ سے علوم فاضلہ غیبیہ کو قبول کرتی ہے
اور بے نشانی کا مقام اُس کی نظر کے سامنے ہو جاتا ہے اور اُس کا نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے
کہ بغیر موافقت شرع اور عقل کے کسی خواہش کا تقاضا نہیں کرتا اور اُس کے خطرات بھی
صراط مستقیم کے طریقے پر ہوتے ہیں اور افعال کا تو ذکر ہی کیا ہے اور ولایت صغریٰ کا تسلط
اس مقام میں ہے۔ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ترقی ہوتی ہے تو اُس کو دو راستے
پیش آتے ہیں ایک رستہ ولایت کبریٰ کا اور دوسرا مفہمیہ کہ اُس کو نور نبوت میں
اور نور وراثت بھی کہتے ہیں۔ اور تفصیل ولایت کبریٰ کی یہ ہے کہ جب یہ نفس باعتبار حال اور بصیرت
باطن کے نہ باعتبار تدبیر بدن کے نسمہ اور لواحق نسمہ کو اپنے سے خاک کی مثل جھاڑ دیتا ہے
تو بالضرور نفس کلیہ جو عالم خلق کی اصل ہے منکشف ہوتا ہے اور اس جگہ نکتہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ
ظہورات کے اعتبار سے نفس کلیہ کا تنزل ہے۔ پس جب نفس ناطقہ کو اپنا علم مستقل طور پر
ہو گیا اور آہستہ آہستہ اپنی اصل کی طرف لوٹا تو اُس نے اپنے اندر اور اپنی اصل کے
اندر خوض کیا تو اس سبب سے نفس کلیہ کو پالیا اور عامہ اہل اللہ اس نفس کلیہ کو وجود کہتے
ہیں اور اس معرفت کو معرفت سریان وجود کہتے ہیں اور نفس ناطقہ کو جس وقت لواحق نسمہ
سے خالص کر کے اُس کا تقوم نفس کلیہ کے ساتھ اعتبار کریں تو اُس کا نام خفی ہے اور مجکو معلوم
کرایا گیا ہے کہ ولایت کبریٰ کے حاصل کرنیکے اسباب میں سے قوی سبب یہ ہے کہ بے نشانی کے
انکشاف کے بعد احاطہ کا مراقبہ کرے اور اُس کے بعد ذکر تحلیل مع ملاحظہ لاموجود الا اللہ
کے کرے اور تفصیل مفہمیہ کی یہ ہے کہ جو نفس ناطقہ لواحق غلیظہ نسمہ سے اعراض کر کے ملاء اعلیٰ
کے ساتھ ملجاتا ہے اور جو صور علمیہ کہ ملاء اعلیٰ میں مستقر ہیں وہ اس میں منطبع ہو جاتی ہیں
اُس کو ذات واجب الوجود کی معرفت اسیطرح حاصل ہوتی ہے کہ ابداع اور خلق اور تدبیر

اور تدلی وغیرہ جمیع کمالات کو شامل ہووے اجمالاً لہذا مفہمین کے کلام میں بہت تشبیہات ممتزج بتنزیہات ہوتی ہیں اور اسرار الہیہ اور قضایا متجددہ کے احوال اُن کو حاصل ہوتے ہیں اور نبوت دو طرف سے حاصل ہوتی ہے۔ قابل کی طرف سے جو نبی کا نفس ناطقہ ہے اور اُس کی شرط اس طرف سے مقام مفہمیہ کا حاصل ہونا ہے اور فاعل کی جانب سے کہ مبدا فیاض ہے اور اُس کی شرط اس طرف سے تدبیر الہی ہے باعتبار انذار کسی قوم کے اور اُن کے ارشاد کے اور اُن سے مظالم رفع کرنیکی وغیر ذلک اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کے بعد نبوت منقطع ہوگئی اور نبوت کی اجزا باقی ہیں اس واسطے کہ مفہمیہ منقطع نہیں ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بطریق نیابت کے دین کی تجدید اور ارشاد اور سلوک کو قائم رکھنا اور منکرات کا رفع کرنا ہو سکتا ہے اور حقیقت میں ان امور کے واسطے مردان خدا کی قائم ہونیکا منشا رد ہی مطلب ہی کہ رسول کے بعثت کا مقتضی ہوا تھا پس اس گروہ میں سے جو شخص کہ ذکی ہے اس بھید کو معلوم کرلیتا ہی اور جو کہ ذکی نہیں ہے اوس کو پتھر اور لکڑی کیطرح ایک حال سے دوسرے حال کیطرف پھراتے رہتے ہیں یہانتک کہ کار مطلوب کا سرانجام کرلیں لیکن جو حضرت پیغمبر کے ظہور کے قریب اور اُس حقیقت کی منتشر ہونیکے وقت باعث قوت مثالیہ کے نبوت انجام کو پہنچ گئی یہ تمام انوار نبوت کی صورت اور مثال اُس کی ہوتے ہیں۔ اور نفس ناطقہ اس حیثیت سے کہ اُس میں ملاء اعلی کا عکس اُترتا ہی اور اُن سے ملحق ہوجاتا ہی۔ اُس کا نام نور قدس ہی قال اللہ تعالے ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء اور ابن عباس کے قرأۃ میں ہے مثل نور المومن کمشکوٰۃ فیہا۔ الایہ اور ولایت کبری کے واسطے لوگوں میں سعید تر اہل تجاذب ہیں جن کے نفوس عالیہ ہیں اور وراثۃ نبوت کیواسطے سعید تر اہل اصطلاح ہیں جنکے نفوس عالیہ ہیں اس کے بعد جو ترقی واقع ہوتی ہے کمالات فردیت میں پہنچتا ہے اور چونکہ وہ امور محض وہبی ہیں اُنکا

اُن کا بیان کرنا اس کتاب میں مناسب نہیں ہی کیونکہ یہ کتاب سلوک ارادی اور قصدی کے واسطے تصنیف کیگئی ہے - بیت

تا با تو حکایت کنم از ہر بابے	آسودہ شبی باید و خوش مہتابے

ان لطائف کی سیر کی معرفت کے بارے میں عمدہ یہ احوال ہیں جو ذکر کئے گئے ہیں اور جو واقعات کہ احوال مذکورہ پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے مانند جیساکہ متاخرین صوفیہ کہتے ہیں کہ "وہ فروعات ہیں ضروری نہیں" اور جو کہ بعض سلف اس میں اختلاف کرتے تھے کہ سر پہلے ہی یا بعد اسکے اسمیں حق یہ ہی کہ سر اور روح مثل دو گھوڑوں ایک ساتھ بھاگنے والوں کے ہیں بعض استعدادات کے موافق یہ کیفیت ہے کہ روح تاہی اور سر اسکے بعد آتا ہی اور بعض استعدادات کیموافق اسکے برعکس ہوتا ہی

قطرہ بیسواں - مجھ کو معلوم کرایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے رستہ کا سلوک دو طرح ہے ایک قسم تو وہ ہے کہ تکلیف شرعی اُس کے ساتھ قایم ہے اور علماء ربانی جو ورثۃ الانبیاء ہیں اُن کے ذمہ جس کی تبلیغ فرض ہے وہ یہی ہی اور اس کے چھپانے پر اُن سے مواخذہ کیا جاویگا - اور یہ قسم وہی ہی کہ قرآن شریف اور سنت رسول اللہ نے اُس کی تصریح کی ہی پس جس شخص نے کہ کتاب و سنت پر عمل کیا اور شرع کے لطائف ضروریہ کا التزام کیا اور اپنی اصل فطرت میں جالیت پر مہر لگا ہوا نہیں ہی تو بالضرور اصحاب الیمین کے طریقوں میں سے کوئی طریق اُس کی استعداد کیموافق اُس پر کشادہ ہو جاتا ہے اور ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اُس کو دو راستے یا تین تا دین اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت شخصوں کی خبر دی ہے کہ ایک عمل کے سبب یا کسی مصیبت میں گرفتار ہونیکے باعث اُنھوں نے نجات پائی ہے اور دوسری قسم یہ ہی کہ صاحب مزاج عالی شخص بالضرور اُس کی طرف مائل ہوگا اور خدا تعالیٰ اس فرقہ کا کارساز ہے تو بالضرور کوئی تقریب کرتا ہے کہ ضالہ حکیم کا اُس کے پاس پہنچ جاوے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ نفوس ناقصہ یعنی جنکی قوت ملکیہ نہایت سافلہ ہے اگرچہ قوت بہیمیہ اون کی قوی ہو یا ضعیف اہل تجاذب سے ہوں یا اہل اصطلاح سے

ـــــــــــــــــــــــــ

ؔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اصل کتاب میں ناسخ کی غلطی سے کچھ عبارت متروک ہوگئی جس کا یہ مضمون ہی - واللہ اعلم - مترجم ۱۲

عجیب حالات رکھتے ہیں اور اکثر اہل اللہ اُن کی طرف التفات نہیں کرتے اور اُن کو گنتی میں نہیں
لاتے۔ اللہم مگر علمار ربانی میں سے متبحر اور چونکہ جمہور خلایق وہ ہی ہیں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اُن کا حال دوسروں کے حال سے زیادہ ملاحظہ فرماکر اُن کے مقام سے خبر دی ہے اور جو عوارض
کہ اُن پر طاری ہوتے ہیں اُن کی خبر دی ہے اور وہ اکثر اصحاب یمین ہیں اور اُن کے طبقات
بہت ہیں اُن میں سے کسی قدر بطور نمونہ کے بیان کرتا ہوں تاکہ باقی کو اُن پر قیاس کر لیا
جاوے۔ پہلا طبقہ وہ ہے کہ سابقین کی مقلد اور اُن کی صورت پر ہوویں بعض تو مفردین کی صورت
پر ہوتے ہیں۔ اور مفردین وہ گروہ ہے کہ اُن کی نظر پڑنے کی جگہ عالم غیب ہے اور ذکر کے وقت اُن کے
دل میں اُس طرف کی ایک کشادہ سڑک کھلجاتی ہے اور اصحاب الیمین کی اس جماعت نے بعض
وقت میں اور بعض اذکار میں بباعث شمول رحمت الٰہی کے یا بہ سبب توجہ کسی بزرگ کی کچھ حصہ اس کا
حاصل کر لیا اور پھر وہ بات جاتی رہی بدون اس کے کہ ہیئت اُس کی معتاد اور ملکہ راسخ ہووے
اور ایک فرقہ صدیقین کی صورت پر ہوتا ہے۔ اور صدیقین کا گروہ وہ ہے کہ دین کی شدت انقیاد اور
کمال رسوخ میں تمام مسلمانوں سے متمیز ہیں گویا کہ ان پر ملاء اعلیٰ کا پرتو پڑتا ہے اس باعث سے ان کو
دین میں کمال رسوخ ہے اور اصحاب الیمین میں سے یہ فرقہ پورا انقیاد رکھتا ہے لیکن جو نظر تحقیق سے دیکھا
جاوے تو یہ انقیاد دو چیزوں کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہے ایک ایمان دوسرے دین کے اعمال کی
عادت اور اسمیں سلف صالحہ کی موافقت اور مثل اس کے لیکن چونکہ ان دو چیزوں نے اُوس کی روح
کے اندر ہیئت امتزاجی پیدا کر لی تھی تو وہ اُس کے درمیان تفرقہ کرنے پر قادر نہیں سو کچھ حرج نہیں ہے
جس وقت معاد میں جاویں گے تمام انقیاد کو پاویں گے اور اُس سے منتفع ہوں گے۔ اور بعض تمثال
شہداکی ہیں اور شہدا وہ گروہ ہیں کہ کافروں پر غصہ کرنا اور مومنین سے خوش ہونا۔ اور منکرات شرعیہ کو
روکنا اور اعلار کلمۃ اللہ کی محبت رکھنا اُن کے دل پر انبیاء علیہم السلام کے دل سے اور ملاء اعلیٰ سے
مترشح ہوتی ہے اور وہ ان اعمال پر ملازم اور مداوم ہوتے ہیں اور اس فریق اصحاب الیمین کے
ایمان کے ساتھ طبیعت کی تنگی مخلوط ہو کر باعث اس کے ہوئی کہ منکرات کے رفع کرنے میں

اور لشکر کفار کے توڑنے میں کوشش بلیغ کریں یا کہ وہ جذب جو اُن کے اصل مزاج میں مرکوز ہے ایمان کے ساتھ ملکر موجب اس امر کا ہوا کہ ملحدوں اور کافروں سے مناظرے کریں اور اُن کے دین کے قلع قمع کریں اور بعض اُن میں سے تماثیل راسخین فی العلم کی ہیں اور راسخین فی العلم وہ گروہ ہیں کہ عالم غیب سے اُن کے باطن میں ہمیشہ مدد آتی ہے۔ اُس کے سبب سے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے معانی کو جانتے ہیں گویا کہ کوئی شخص ان کو پردہ میں سے آگاہ کرتا ہے اور یہ فرقہ اصحاب الیمین کا کتاب و سنت اور اقاویل علما کی حفاظت کرنے میں مشغول ہیں اور اُن کو فی الجملہ فتح باب حاصل ہو گئی ہے لیکن صرف فکر اور حفظ کی وجہ سے نہ کسی اور طرح سے اور جس وقت معاد میں جاویں گے ان تمام محفوظات میں سے جو حق تبارک و تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں ایک ہیئت اجمالیہ اُن کے واسطے ملخص ہو جاویگی اور اس وسیلہ سے راسخین فی العلم کے مقام سے کسی قدر ان پر کشادہ ہو جاویگا۔ اور ایک گروہ اصحاب الیمین میں سے عباد متطہرین کی تمثال ہیں اور عباد متطہرین وہ گروہ ہیں کہ تمام مسلمین سے نور عبادت اور نور طہارت کی کثرت ادراک کے ساتھ متمیز ہیں۔ جیسا کہ پیشتر اس طرف اشارہ کیا گیا اور اصحاب الیمین میں سے یہ گروہ طہارت یا عبادت کی ایک شکل سے مالوف ہو جاتے ہیں اُسی کے ضمن میں حقیقت کار کا پتہ لگا لیتے ہیں اور دوسری شکلوں سے غافل ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص وضو کرتا ہے اور صبح کے وقت فضول ثلثہ سے معدہ کو فارغ رکھتا ہے اور تشویشات خیالیہ وغیرہ اُس وقت اُس کے کار کے مانع نہیں ہوتے اُس کو طہارت کے نور میں سے کسی قدر حصہ حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورتوں میں اس بات سے آشنا نہیں ہے یا کسی خاص ذکر اور مناجات اور نماز میں بباعث کسی خاص تقریب کے ان چیزوں کی طرف سے اُس کا دل بالکل فارغ ہو گیا مثلاً کسی بزرگ بلند مرتبہ سے اُس کی فضیلت سنی الغرض نور عبادت کے معنے سے کسی قدر اُس نے حاصل کر لیا یا اُن کی نماز روزہ نے اس جگہ کچھ نور نہیں دیا ولیکن استعداد قریب پیدا ہو گئی۔ جب اس جہان سے انتقال کیا اور اُس کے نفس نے عالم

تجرد کی کچھ بو سونگھی وہی استعداد چھپی ہوئی ظاہر ہوگئی اور اُس ریاضت نیمکارہ نے نفع پہنچایا
اور ایک فرقہ تماثیل اصحاب خلق حسن کے ہیں اور اصحاب خلق وہ گروہ ہے کہ سخاوت اور
تواضع اور عفو اور بشاشت میں اور لوگوں کو نفع پہنچانیکی کوشش کرنے میں تمام مسلمانوں سے
ممیز ہیں اور اصحاب الیمین میں سے یہ فرقہ نیت خالص اور رائے کلی اور ہمدردی قوم اور عدم
انتقام گیری از اعدا وغیرہ اعمال کرتے ہیں اور ایک فرقہ زہاد کی تماثیل ہیں اور زہاد وہ گروہ ہی
کہ آخرت کا یقین کامل سب مسلمانوں سے زیادہ رکھتے ہیں پس لذت دنیا کو حقیر سمجھتے ہیں اور
چونکہ اُن کے سر کو عالم اعلیٰ کیطرف کشش ہی اس واسطے اہل دنیا اور اُن کی رسومات اُن کی
نظروں میں کچھ وقعت نہیں رکھتی اور اصحاب الیمین کا یہ فرقہ ایک قسم کی کثرت عبادت کے
ساتھ ترک لذات اور مخالفت شہوات وغیرہ کو جمع کرتے ہیں پس جو کچھ زہاد کرتے ہیں اُسنے
بہی صادر ہوتا ہے۔ اور اصحاب الیمین کا دوسرا طبقہ وہ ہی کہ اُنہوں نے اولیا اللہ کی نسبت
حاصل کرنیکا قصد کیا مگر بوجہ ضعف مزاج کے یا غبی ہونیکے یا کمی ریاضت کے وہ نسبت پوری
اُن کو حاصل نہیں ہوئی لیکن کسیقدر مناسبت حاصل کرلی ان میں سے ایک فرقہ وہ ہی کہ اُس نے
درود شریف کے ضمن میں کسی قدر نسبت اویسیت حاصل کی یعنی جناب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ اُنس اور سرور اور فی الجملہ نور و عنایت حضور رکھے ہوئے اور ایک فرقہ وہ ہی کہ کسی
بزرگ کی قبر کی زیارت یا اُن کے نام سے فاتحہ یا صدقہ کا التزام کرکے اُس بزرگ سے کچھ مناسبت
حاصل کرلے اگرچہ اُصول اور فروع نسبت اویسیہ پر کماینبغی مطلع نہیں ہوا۔ اور ایک فرقہ وہ ہی
کہ اہل یادداشت کی صحبت میں بیٹھا اور اُن کی صحبت کی برکت سے مناجات کی حلاوت
حاصل کے بجز اُس کے اور کچھ حاصل نہ کیا۔ اور ایک فرقہ وہ ہی کہ اُنکو بواسطہ شعایر اللہ کے کسی
چیز محبوب خدا کے ساتھ عشق ہوگیا مثلاً قرآن عظیم یا کعبہ حسنہ پس شوق اور محبت کیساتھ قرآن
شریف کی تلاوت کرتے ہیں اور تعظیم کے ساتھ طواف کرتے ہیں یا کسی ولی سے محبت خالص
پیدا کرکے اُس میں فانی ہوگئے۔ اور ایک فرقہ وہ ہی کہ اُنہوں نے نسبت توحید کا قصد کیا

لیکن اُس کی حقیقت تک نہ پہنچے بلکہ استقامت فکر اور نزاہت اعتقاد کے ساتھ فی الجملہ
علم توحید حاصل کرلیا۔ اور تیسرا طبقہ اصحاب یمین کا وہ شخص ہیں کہ اُن کا سلوک قصدی
نہیں ہے بلکہ طبعی ہے۔ مثلاً ایک شخص مسلمان تھا اور ارکان اسلام کے بجالاتا تھا اور کسی
وجہ سے احسان کی طرف متوجہ نہوتا تھا۔ اور مزاج اُس کا نہایت سخت تھا اسی حال میں عوارض
شدیدہ میں مبتلا ہو گیا مثل مرض سخت مزمن کے اور آہستہ آہستہ اُس پر ایک دروازہ ملکوت
سافل کا کشادہ ہو گیا یا اُس کی استعداد پیدا ہو گئی اور اس مرض میں عجیب وقعات دیکھے
یا سخت محتاجگی اور ذلت میں یا اولاد عشیرہ کے فقدان کی مصیبت میں مبتلا ہو گیا پس
اوّل تو اُس نے جزع وفزع کی اور جب اُس سے کچھ نفع نہ دیکھا تو خدا تعالیٰ کی طرف گریہ
وزاری کی اور فی الجملہ اہل دنیا سے نفرت کرنے لگا۔ چوتھا طبقہ وہ ہے کہ بباعث ضعف
پیدائشی کے اُس کی تینوں شاخیں آپس میں کماینبغی مرتبط نہیں ہیں پس ایک شعبہ ایک
نوع کے کمال سے متصف ہو گیا اور دوسرا شعبہ خالی رہا یا کسی قسم کی صفات متضادہ
سے موصوف ہے مثلاً عفت طبع رکھتا ہے اور عقل کامل نہیں رکھتا۔ یا محبت خدا تعالیٰ کی
رکھتا ہے اور عمل شہوانیہ کے گمان کے وقت اُس سے باز نہیں آتا اور وہ جو حدیث شریف
میں آیا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شارب خمر کے حق میں فرمایا الا انہ یحب اللہ
ورسولہ اسی قبیل سے ہے پس اس کا دل محبت کے ساتھ موصوف تھا اور اُس کا نفس
امارگی سے باز نہیں آتا تھا۔ بباعث ضعف جبلت اور رکاکت قوام نفس کے بلکہ اس طبقہ
میں سے ایک گروہ ایسا ہے کہ اُن کا ایک ہی شعبہ صفات مطلوبہ میں سے بھی ایک صفت
کے ساتھ موصوف ہے اور صفات نامناسبہ میں سے بھی ایک صفت کے ساتھ موصوف
ہے۔ یا اُس کی عقل ایک چیز میں تاثیر کرتی ہے اور دوسری چیز میں نہیں کرتی۔ مثلاً مومن
اور مصدق اور تائب ہے اور داڑہی چھوڑنے میں اور لبیں کترولنے میں یہ تصدیق اثر نہیں
کرتی یا تو اس وجہ سے کہ ابھی خوگیر نہیں ہوا ہے یا ایسی طرح اُس کو ترہیب نہیں ہوئی

کہ کچھ شبہ نہ رہتا یا اُس کے نزدیک کوئی شخص مقبولان بارگاہ الٰہی سے اس ہیئت کے ساتھ موصوف تھا وعلیٰ ہذالقیاس الغرض اصحاب یمین کی بہت قسمیں ہیں اور اس گروہ نے نفس کی کجی سے خلاص پایا ہے اور ایک قسم کی نجات کے مستعد ہوگئے ہیں اور جاننا چاہیے کہ اُن میں سے ہر ایک فرقہ ایک خاص نسبت رکھتا ہے اور ہر ایک نسبت ایک صورت رکھتی ہے جو اُس نسبت کی صورتوں میں سے اکمل ہے اور دوسری صورت رکھتی ہے جو اُس سے کم ہے۔ اور جس شخص میں صورت کاملہ پائی جاتی ہے وہ اُس نسبت کا قطب ہے اور اقطاب کے احوال و آثار کا بیان طویل ہے اور بعض عارفین[1] بیان کرتے ہیں اُس نسبت کو اُس آیت کے ساتھ کہ اُس نسبت کی مشعر پر دلالت کرتی ہے۔ اور اُس قطب کو اُس آیت کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ شیخ محی الدین محمد بن عربی نے کتاب فتوحات میں کیا ہے اور یہ کہنا تسامح ہے۔ اور کبھی[2] بیان کرتے ہیں اُس نبی کے ساتھ کہ اُس سے اُس نسبت کے آثار بہت صادر ہوئے ہیں اور اُس قطب کو اُس نبی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ کہنا بھی تسامح ہے ولکل وجھۃ ھو مولیھا +

قطرہ اکیسواں - جاننا چاہیئے کہ مجکو معلوم کرایا ہے کہ خوارق عادات اپنی حد ذات میں امور عادیہ ہیں یعنی عادت اللہ جاری ہی کہ جو نفس ناطقہ کسبًا یا جبلّۃً کسی مرتبہ پر پہنچ جاوے تو اُس کو امور غائبہ منکشف ہوجاتے ہیں یا اُس کی دعا مستجاب ہوتی ہے وعلے ہذالقیاس جیسا کہ عادت اللہ جاری ہی کہ اگر کوئی شخص تریاق کھاوے تو اثر زہر کا اُس سے مندفع ہوجاتا ہے یا گوشت اور گھی کھاوے تو قوی ہوجاتا ہے۔ وعلی ہذالقیاس لیکن چونکہ عادت مالوفہ کے برخلاف ہی۔ اُس کو خارق عادت کہتے ہیں اور نیز مجکو معلوم کرایا ہے کہ جو قسم خوارق کی کہ انکشاف حوادث مستقبلہ کا ہی یہ چند قسم پر ہوتا ہے کبھی تو خواب میں وہ حادثہ

---

[1] مطلب یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس نسبت کو اُس آیت کے نام سے نام لیتے ہیں کہ نسبت فلاں آیت کی اور پھر اُس صاحب نسبت کو کہتے ہیں کہ قطب فلاں آیت کا۔ مترجم ۱۲ [2] یعنی کہتے ہیں کہ نسبت فلاں نبی کی اور قطب فلاں نبی کا ۱۲

متمثل ہو جاتا ہے۔ پھر وہاں سے اُس کار کی حقیقت پر مطلع ہو جاتا ہے۔ تعبیر اور تاویل سے
یا بغیر اُس کے اور کبھی جاگتے ہوئے اُس کے سامنے کوئی چیز متمثل ہو جاتی ہے اور
جلدی سے مٹ جاتی ہے اور کبھی سونے اور جاگنے کے درمیان حالت ہوتی ہے کبھی
قوت واہمہ میں اُس حادثہ کی صورت متمثل ہو جاتی ہے بدون اس کے کہ کوئی شکل
یا لون معلوم ہو جیسا کہ کسی کی محبت کی صورت یا کسی کے غصہ کی صورت قوت واہمہ میں
پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی ہاتف کی آواز باہر سے سنائی دیتی ہے اور ایسے امور کا سبب
یہ ہے کہ ملاء اعلےٰ میں یہ حادثہ متمثل ہوتا ہے اور کبھی ملائکہ سافلہ وہاں سے لے لیتے ہیں
اور بعض وقت میں نفس ناطقہ عالم بہیمی سے کسی طرح خلاص ہوتا ہے اور اُس عالم کی طرف
متوجہ ہوتا ہے جس طرح پر کہ آئینہ کا رخ زمین کی طرف سے پھر اکر آسمان کی طرف کر دیں
اور اُس وقت اُس واقعہ کے ظاہر ہونیکے واسطے دو چیز کا ہونا ضرور ہے۔ ایک تو یہ کہ
اُس واقعہ کو دیگر واقعات سے بہ نسبت اس شخص کے کچھ امتیاز ہو کیونکہ حکیم مطلق کے
کارخانے میں رجحان بلا مرجح نہیں ہو سکتا اور وہ امتیاز چند وجوہ سے ہوتی ہے ایک تو
اس نفس کی طرف سے مثلاً وہ مشتاق اس حادثہ کا ہے اور ہماری مراد عام ہے اس سے
کہ وہ اشتیاق پوشیدہ ہو یا ظاہر مثلاً فقیر غنا کا محتاج ہے اگرچہ بالفعل اُس اشتیاق کی
صورت اُس کے دل میں متمثل نہو اور دوسرے ملائکہ کی طرف سے اس طرح پر کہ اُس کو
مہلکہ سے نجات دینے کے واسطے یا کسی اور وجہ سے خدا تعالیٰ نے اُس کی تدبیر کرنی چاہی
پس ملائکہ خواہ مخواہ اُس کو یہ بھید سمجھا دیویں۔ تیسرے خصوصیت اُس حادثہ کی مثلاً ایک
شخص کا نفس تدبیرات کلیہ کے مناسب ہے تو اُس کو وہ تدبیریں سکھا دیتی ہیں اور دوسرے
شخص کا نفس مناسب حوادث جزئیہ کے ہے اُس کو ویسی ہی تدبیریں سکھاتے ہیں علیٰ
ہذا القیاس یا یہ کہ وہ حادثہ خطیرۃ القدس میں اس درجہ موکد ہو گیا ہے کہ آفتاب کی طرح اُسکی
شعاعیں تمام نفسوں پر پڑتی ہیں پس چونکہ اس شخص کی بہیمیہ فی الجملہ منقلب ہو گئی ہے

اور اُس کی چشم بصیرت کھلگئی ہے تو بالضرور اس کی نظر اُس پر پڑے۔ اور یہ معاملہ بڑے حادثوں میں ہوتا ہے اکثر اہل کشف اُس کے کشف سے خالی نہیں ہوتے اگرچہ بوجہ من الوجوہ ہو۔ چوتھے یہ کہ اُس واقعہ کی خصوصیت اس صورت اور کیفیت میں بھی اسباب خفیہ کی وجہ سے پیدا ہو اور وہ اسباب خفیہ اس نفس کی طرف سے ہوں یا ملائکہ کیطرف سے یا حادثہ کی وجہ سے جس طرح پر پیشتر ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور اسی طرح اس نفس کا اسی ساعت میں منقلب ہونا اسباب خفیہ کی وجہ سے ہوتا ہے اس قسم کا فرق معلوم کرنیکا طریق اکتساب یہ ہے کہ یہ شخص جس وقت کہ کسی قدر بے نشانی کو پہچان چکا ہو اور اپنے حالات میں سے عمدہ حال میں ہو۔ نہ بھوکا اور نہ پیٹ بھرا اور نہ فکرمند اور نہ پریشان حال اور باطہارت ہو اور گناہوں کا زنگ بھی اُس کی مزاحمت نہ کرے پس حظیرۃ القدس کی طرف اور ملائکہ عظام کی طرف جد وجہد سے متوجہ ہو اور کبھی کبھی اُس واقعہ کے کشف کا انتظار بھی دل میں خیال کرے تو تھوڑی یا بہت دیر میں اُس واقعہ کا کشف اُس کو میسر ہو جاتا ہے اور اسباب خوارق میں سے قوت وحدہ کا سریان کرنا ہے شخص اکبر میں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عالم علوی اور سفلی سب ایک شخص ہے اور نفس کلیہ اُس کا نفس ہے اور سب کا جسم جو عرش د مافیہ ہے وہ اُس کا جسم ہے اور وہ اپنے تمام احوال اور عوارض میں نباتات اور حیوانات میں سے جسد شخص کی تدبیر تمیہ اور تعدیہ کی کرتا ہے اور اس اعتبار سے اُس کے بعض اجزا بعض دیگر کے محرک ہو سکتے ہیں اس کے بعد جو امر متنزل ہو گیا اور تدبیر کا دروازہ مفتوح ہو گیا اور اُس کے اکثر حصے نے فوارہ کی طرح ملاء اعلےٰ و ملاء سافل میں جوش مارا۔ موالید ثلثہ کے حوادث میں خصوصاً افراد انسان میں ایک قسم کی وحدت اور پیدا ہو گئی اور اس مرتبہ میں اسفل کی طرف سے ایک قوت چڑھتی ہے اور حظیرۃ القدس میں ملجاتی ہے اور مختلف صورتوں میں سے کسی صورت میں تصرف کرتی ہے۔ اور دوسری قوت اُس حظیرۃ القدس سے نیچے اُترتی ہے اور عالم

ہو الیہ میں علی الخصوص افراد انسان میں تاثیر فرماتی ہے اور انسان کے نفوس اُس قوت کے مغلوب
اور مقہور ہو جاتے ہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ حظیرۃ القدس بنی آدم سے دور مسافت میں ہے یا جانب
علو وغیرہ میں ہو بلکہ تفاوت صرف مکانیت میں ہے اور اُس کی نسبت ایسی ہے جیسے کہ روح کو
جسم سے ہے۔ **مصرع** - چو جان اندر تن و تن جان ندیدہ - اور یہی سبب ہو کہ جو اہل ارض
طلسمات وغیرہ کے طور سے عجیب طرح کا تخیل جماتی ہیں یا کسی طرح سے اپنی ہمتوں کو اُس
حظیرۃ القدس میں پہنچاتی ہیں - جیساکہ اجتماع نماز استسقار کا اور طلب نزول رحمت کا عرفات
میں عالم کے نظام میں اثر کرنا ہو اور ہمت لگانا بھی اسی قسم سے ہے پس جو کوئی شخص قوی
العزم کہ جبلۃ اور کسبا قوت متصرفہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو کسی کام کی طرف متوجہ ہو جاوے
اور یہ عزیمت اُس کی حظیرۃ القدس کے قلب میں پہنچ جاوے اور اس جگہ کسی قسم کی تاثیر
کرے تو بالضرور عالم ناسوت میں اس ہمت کی قوت اور اسباب منعقدہ کی مقدار اُسکا
اثر ظہور کرے گا اور حظیرۃ القدس میں ان سفلانیہ قوتوں کی تاثیر کرنے کی مثال ایسی ہے
جیساکہ کوئی خطرہ قواء اور اکیہ کے رستہ سے آکر قلب میں پہنچتا ہے اور اس میں تاثیر کرتا ہے
یا جیساکہ قضائے شہوت کے واسطے امور مناسبہ کی طرف دل اور حواس کو مائل کرتا ہے اور
اسی طرح پر ہے جن اور ملائکہ اور بعض نفوس مفارقہ کا متشکل ہونا مختلف اشکال میں بسبب
شکلوں میں سے کسی شکل کے مشتاق ہوتے ہیں اور جد ہمت سے اپنے آپ کو اس تصور کی
شکل سے متشکل کرتے ہیں پس اُن کا تصور بذریعہ اُس قوت کے جو حظیرۃ القدس میں امانت
رکھی ہوئی ہے ابواب مثل سے ایک باب کشادہ کرتا ہے پس اُس تصور میں برکت دی
جاتی ہے پس کسی وقت ایسی صورت متحقق ہو جاتی ہے کہ لوگوں کے حس مشترک اُس کی
اس ہیئت نفسانیہ کے مغلوب ہو کر صورت مطلوبہ کا ادراک کرتے ہیں اور اس منطبع
ہونیکی مثال ایسی ہے جیساکہ ملائکہ کے قلب سے الہام یا شیاطین کے قلب سے وساوس
بنی آدم کے قلوب پر سیلان کرتے ہیں اور ان کی حس مشترک میں اس شکل کی صورت

باندھنی ایسی ہی جیسی کہ حرکت شعلہ جوالہ سے دائرہ یا خط کی صورت بندھ جاتی ہے اور اسی واسطے
اس ادراک کا کمال اُس وقت ہوتا ہے جبکہ نفس خارج سے ذہول کرتا ہے اور لوگ اپنی
استعداد کے موافق اس کے ادراک میں مختلف ہوتے ہیں حاضران مجلس میں سے کوئی اُس
کو دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھتا اور کوئی فی الجملہ دیکھتا ہے اور فی الجملہ نہیں دیکھتا اور
کبھی عنصر اول میں وہ صورت منطبع ہوتی ہے۔ اور عنصر اول وہ ہے جو عناصر اربعہ میں مشترک ہے
اور روحانیت میں ان عناصر سے فی الجملہ زیادہ قوی ہے اور یہ عناصر بہ نسبت اُس کے
موالید کے مثل ہیں اور حقیقت میں خلار کا امتناع اور شیشی مخصوصہ کا منعقد ہو جانا وغیرہ
وغیرہ اوسی کے آثار ہیں۔ اور فلاسفہ مشائین اُسی کو ہیولا عنصری کہتے ہیں۔ پس نفوس
مقدسہ میں سے ایک نفس کہ اُس وقت میں مبدا اول کے جوارح میں سے ایک جارحہ
ہو رہا ہے جہد ہمت کے ساتھ اُس چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور صورت مطلوبہ کو اُس
جگہ تصور کرتا ہے۔ اور غیر متناہی قوتیں مقام حظیرۃ القدس اور مقام تدبیر سے اُس جگہ
نزول فرماتی ہیں اور یہ جملہ امور باعث ہو جاتے ہیں حدوث صورت کے بدون تاثیر عناصر
کی جیسے کہ نار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور ظاہر ہونا جبرئیل علیہ السلام کا بوقت سوال
کرنیکے اسلام اور ایمان اور احسان سے اور یہ نادر الوقوع ہے اور قسم اول کثیر الوقوع ہے
اور تصرف کرنا صوفیوں کا نطق میں عاشق کی توجہ بخش کر یا کسی کے دل کی تسخیر کرنا یا کسی
کے مدرکہ میں کوئی واقعہ ڈالنا یا نسبت ڈالنی یا سلب مرض کرنا وغیرہ ذلک انہیں
مقدمات کے فروع میں سے ہے اور اسباب خوارق میں سے برکت کا فیضان ہے
اور برکت کی حقیقت یہ ہے کہ ملار اعلیٰ اور ملار سافل رحمت کے ساتھ کسی شخص کی طرف
متوجہ ہوویں اور اُس کے حق میں دعا کریں اور ان کے نفسوں میں سے ایک قوت
اُس شخص کے نفس سے متصل ہو جاوے اور اُس کو احاطہ کرکے اُس کے ساتھ ممتزج ہو جاوے
پس اس الہام کا اثر اسباب طبعیت میں سے کسی سبب میں کشادگی کا ہونا ہے۔

پس اُس وقت اس قدر نفع ظاہر ہوتا ہے جو اُس کے نظام میں نہ تھا مثلاً طبیعت انسانیہ
اس امر کی مقتضی ہے کہ جس وقت دفع مرض میں مشغول ہو یا کسی طرح کی شرمندی اور غم
اور حمیت ہو تو بھوک کو محسوس نہ کرے اور ایک مدت معلوم المقدار تک اجزاء بدن کو تحلیل
نہ کرے۔ پس جب ملکیہ برکات اس نفس پر نازل ہوتی ہیں اور اُس کے ساتھ یکجہت
ہوتی ہیں تو یہ استعداد طبیعت سے ظاہر ہوتی ہے اُس کے سبب سے ایک مدت
معلوم القدر تک زندہ رہتا ہے اور اُس کے بدن کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اور کبھی نزول
برکات کا سبب اس موقع پر اسم صمد اور قدوس اور سبوح کا ذکر ہوتا ہے اور کبھی اُس
کی برکت کسی توجہ خاص کے باعث ہوتی ہے اور طبیعت انسانیہ اس امر کی مقتضی ہے
کہ خوشی کے وقت قوت اور بیداری معلوم المقدار اُس سے سرزد ہوتی ہے اور اُس سے
کچھ ضرر بدن کو نہیں ہوتا اور انقباض کیوقت اُس سے نصف قوت اور بیداری نہیں کر سکتا
اور اگر بہ تکلف کرے تو بہت ضرر پاوے۔ پس جو برکات ملکیہ اس نفس پر نزول کرتی
ہیں۔ اور اُس کے ساتھ یکجہتی کرتی ہیں تو اُس استعداد سے اُس وقت قوت اور بیداری اِس
قدر ظاہر ہوتی ہے جو بنی نوع کی عادت سے زیادہ ہو اور یہ امر عادی ہو کہ انسانوں میں سے
جس کا نفس ذکی ہوتا ہو وہ بواسطہ علاقہ لزوم عقلی یا لزوم عادی کے ایک چیز سے دوسری
چیز کی طرف انتقال کرتا ہے اور ظاہری خلقت سے اخلاق باطنیہ پر استدلال کرتا ہو اور سینہ
و آنکھ وغیرہ کے حالات سے دلی خطرات کو معلوم کر لیتا ہے اور ان امور میں ہر نفس کے لئے
ایک حد معین ہو اور جب برکات ملکیہ نفس کو احاطہ کرتی ہیں اور اُس استعداد کیجہتی حاصل کرتی
ہیں تو فراسات عجیبہ اور انتقالات غریبہ ظاہر ہوتے ہیں اور اشراف خواطر اور کشف کے
بعض انواع یہاں سے پیدا ہوتے ہیں اور ہر نفس میں اعتقادی صورت پوشیدہ ہوتی ہے۔
اور کبھی اُس اعتقاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس اُس کی نظر میں صورت بنکر حاضر ہو جاتی ہے
اور کبھی اُس کی طرف قوت متخیلہ جلدی سے متوجہ ہو کر صورت کا لباس پہنا دیتی ہے اور

بسا اوقات برکات ملکیہ ایسے وقت میں نازل ہوتی ہیں کہ نفس اُن کے لئے مستعد ہے۔
پس تجلیات عجیبہ اور رویا رصالحہ ظاہر ہوتی ہیں اور انہی کلمات کے ضمن میں یہی سمجھ لینا
چاہئے کہ متاخرین صوفیہ نے اپنی گرم بازاری کیواسطے خوارق دکھلانیکی غرض سے اپنی
نسبت کے ساتھ بہت چیزیں مخلوط کردی ہیں۔ جیساکہ ہمت لگانا اور اسمار کی دعوت کرنا
وغیر ذلک اور بعض شیخی جتانے والوں نے طلسمات اور نیرنجات اور رمل اور جفر وغیرہ کا عمل
کرنا زیادہ کیا ہے اور یہ سب امور ہماری بحث سے خارج ہیں +

قطرہ بائیسواں - مجھکو معلوم کرایا گیا ہے کہ حوادث کے اسباب میں سے ایک سبب بخت
بھی ہے اور جو شخص کہ بخت کا انکار کرتے ہیں اُنھوں نے اُس کی حقیقت کو نہیں پہچانا اور
نیز معلوم کرایا گیا ہے کہ آثار عجیبہ جو عارفوں اور صاحبان ارشاد سے صادر ہوتے ہیں کبھی
اُن کا مبدا حقیقی بخت ہوتا ہے اور ظاہربین لوگ اُس کو نہیں جانتے اور خوارق اور اُنکے
کمال کا ثمرہ شمار کرتے ہیں اور کبھی مبدا ان آثار کا بخت اور ان کی نسبت خاصہ دونوں ملے
ہوئے ہوتے ہیں اور اس وقت اُن کے خارق کہنے کی فی الجملہ ایک وجہ ہے اور نیز معلوم
کرایا گیا ہے کہ جس طرح کہ مقناطیس اُس خاصیت کے ذریعہ سے جو اللہ تعالے نے اُس میں
رکھی ہے لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور کہربا گھاس کو جذب کرتی ہے اور نشیب پانی
کو اپنی طرف مائل کرتا ہے اور یہ جملہ امور ان اشیار کا مقتضا طبعی ہیں بغیر تخلف کے لیکن بسبب
عوارض خارجیہ کے اس حکم کا ظہور مختلف صورتوں میں ہوتا ہے سوچنا چاہئے کہ وزن لوہے کا
اور مقدار اُس مسافت کی کہ درمیان اُس کے اور درمیان مقناطیس کے ہے کیا تقاضا کرتی
ہے اور قاسر ہوا وغیرہ سیلان اور میلان کو کس قدر روکتا ہے اور علی ہذا القیاس الغرض جس
جگہ کہ کوئی صورت اس قسم سے واقع ہوتی ہے وہ باعتبار طبیعت اصلیہ کے اکثری ہوتی ہے
اسی طرح انسان کے نفوس ناطقہ میں ایک نقطہ ودیعت رکھا ہے اور ایک قوت اُس کے
ساتھ ملادی ہے کہ بموجب اپنی مقتضار کے تمام نفوس کو جذب کرتا ہے اور اُس نقطہ کے سبب سے

اکثر اوقات لوگوں کے دلوں میں اُس کی رفاہیت کی واسطے الہام کرتے ہیں مثلاً کسی
شخص کے دل میں یہ خیال ڈالدیں کہ اس پر رحم کرے یا اس کو کسی خزانہ پر مطلع کردیا یا
اُس کا پیر پھسل گیا اور خزانہ مدفون پر جا پڑا اور بہت بار دیکھا گیا کہ کسی مرد قوی السعادت
کے نفس میں روشن ستارہ کی مانند ایک نقطہ چمکتا ہوا ہے - اور اس میں سے ہر طرف کو
خطوط شعاعیہ جاری ہوتے ہیں اور بعض وقت بعض نفوس میں کچھہ تاثیر نہیں کرتے اور دوسرے
وقت کرتے ہیں اور بعض نفوس میں بطور غلبہ اور قہر کے تاثیر کرتے ہیں اور بعض دیگر میں
بطور محبت اور جذب کے پس یہ قہر اور محبت معدن اس امر کی ہے کہ اُس شخص کے دلمیں
اس امر کا الہام کرتے ہیں کہ اُس کا معتقد اور دوست ہو اور جس طرح سے ہو سکے اس کا
کام کرے جس طرح پر کہ آفتاب کی شعاع سے حرارت اور وہ احکام کہ تابع حرارت کے ہیں پیدا
ہوتے ہیں اور یہ نقطہ بعض تدبیرات غیبیہ میں بھی تاثیر کرتا ہے پس اس شخص کی صلاح کیموافق
وہ تدبیرات جاری ہوتے ہیں اور یہ امر بھی درحقیقت مصلحت کلیہ میں داخل ہے جیسا کہ
پوشیدہ نہیں ہے پس مرد قوی السعادت اگر اولیا صالحین میں سے ہے اور نسبت سکینہ کے
کسب کرچکا ہی یا نسبت یادداشت کی حاصل کرچکا ہی جس مجلس میں جاتا ہے تمام لوگ
اُس کے کمال کے معتقد ہو کر عجز اور انکسار کرتے ہیں اور جب وہ کچھہ گفتگو کرتا ہے تو اہل
مجلس میں سے کسی شخص کے دل کے خطرہ کے موافق پڑتی ہے یہ اشراف برخواطر اور اُس پر
کلام کرنا ہو جاتا ہے اور بسا اوقات ایک شخص کو کوئی مہلکہ پیش آتا ہی اور مصلحت کلیہ مقتضی
ہوتی ہے کہ اُس کو نجات حاصل ہو پس اُس شخص کو اُس بزرگ کی صورت دکھاتے ہیں اور
بشارت کو اُس کی طرف مستند کرتے ہیں اور حقیقت میں اُس کو قابلیت اس امر کی
نہیں ہوتی کہ کسی وجہ سے کوئی صورت یا شکل بناکر کسی الہام کا افاضہ کرے بلکہ یہ تاثیر
نقطہ بخت کی شعاعوں کی ہے کہ بباعث ملاقات سابقہ اور اعتقاد کے یا بباعث
اس امر کے کہ وہ شخص اس قسم کی کرامات میں مشہور ہے یا کہ ملاء اعلےٰ میں اُسکی رفعت

اور بلندی کا آوازہ منعقد ہوچکا ہے یا اور کوئی سبب اسی قسم کا ہو کہ جس کے باعث
اُس شخص کے واسطے بہ نسبت دوسری صورتوں کے اِس کی صورت قریب تر معلوم ہوئی
ان کلمات کے ضمن میں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جب سے زمانہ گردش میں ہے انذار اور
تبشیر اور خوارق ظاہر ہوتے رہے ہیں لیکن جب تک مجوس کی نوبت تھی تب تک یہ
امور کواکب کی طرف منسوب ہوتے تھے اور جب سے حنفیان ملت کی نوبت پہنچی تو یہ امور
ارواح کمل کیطرف مستند ہوتے ہیں۔ پھر ہر ملت میں دوسری روحیں اس بھید کا عنوان
ہوئیں اور اگر یہ مرد اولیا اور صالحین میں سے نہیں ہے بلکہ بادشاہ یا وزیر ہے یہ بخت
اُس کے معرکوں اور لڑائیوں میں مصروف ہوتا ہے پس اُس کے لشکر میں ہر روز تازہ فتح
اور اہل اور مال اور مرتبہ میں بے انتہا برکت ظاہر ہوتی ہے۔ اس قدر کہ لوگوں کو کچھ
شک نہیں رہتا کہ بہ نسبت تمام لوگوں کے اُس کو کچھ امتیاز اور خصوصیت ہے اور کبھی یہ نقطہ
اُس مرتبہ میں نہیں ہوتا کہ اُس کی براقیت کی شعاعیں بدون کسی موید کے اپنی پوری
تاثیرات صادر کریں پس یہ شخص تمسک پکڑتا ہے بعض اسمار الہیہ سے جو کہ حروف مستعلیہ سے
مرکب ہیں یا کسی نہ کسی وجہ سے اُن کی صورت مثالیہ بخت کا کام کرتی ہے یا ریاضات اور توجہات
میں مشغول ہوتا ہے کہ یہی فائدہ دیتی ہے یا بعض طلسم اور تعویذ باندھتا ہے پس یہ نقطہ اُس وقت
ظلمت کے بعد روشنی پیدا کرتا ہے اور کدورت کے بعد صفائی اور کبھی اس شخص کی موت
کے بعد بخت کے معنے میں سے کوئی بات ظاہر ہوتی ہے اور کبھی بعض جمادات میں ایسا
سبب پیدا کرتے ہیں کہ لوگوں میں اُس کی رفعت شان متحقق ہوتی ہے اور جو تبرکات
کہ خواب میں عطا ہوتے ہیں اسی قبیل سے ہیں الغرض اس نقطہ نورانیہ سے بہت آثار
پیدا ہوتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ خرق عادت اور اُن کے کمال کا اثر ہے اور اصل میں
یا تو بالکل بخت کا اثر ہے یا بخت اور نسبت دونوں کا اثر ہوتا ہے۔ اس کے بعد میں نے
اُس نقطہ میں خوض کیا کہ اُس کی اصل کیا ہے سبب قریب اُس کا قوائے فلکیہ کو پایا

خصوصاً وہ قوت کہ منبع اُس شخص کا ہے اور سبب بعید اُس کا نقطہ تاثیریہ ہے جو کہ جبروت کا مرکز ہے اور اُس کی شرح بیان کرنے میں طول ہے اور اسی بیان سے اُس شخص کا حال سمجھہ لینا چاہیئے جو کہ کم بخت ہے اور چونکہ حکیم مطلق کے کارخانہ میں محض اٹکل پر عمل نہیں ہوتا۔ اگر یہ شخص محجوب ہی تو اُس کو دنیا سے اعراض کرنے اور لوگوں کی صحبت سے اور اظہار خوارق سے نفرت کرنیکا الہام کرتے ہیں اور گمنام رہنے کی رغبت دیتے ہیں۔ اور یہ شخص جس وقت اپنے باطن کی طرف متوجہ ہوتا ہے اپنے نفس ناطقہ میں جو کہ لطیفہ نورانیہ ہے خلو پاتا ہے اور یہ خلو اُس کو سلبیت اور تنزیہ کی طرف راہ بتاتا ہے اور کبھی یہی خلو صفات پر ذات کو ایثار کرنے کا سبب ہو جاتا ہے۔ ان کلمات کے ضمن میں یہ جاننا چاہیئے کہ جو طلسمات اور تعویذات کہ غیر انبیا ر سے ظہور میں آئے اُن میں اور انبیا علیہم السلام کے تعلیم کردہ اسمار اور دعاؤں میں بڑا فرق ہے کیونکہ مقصود اولی قسم اول سے اُن قوتوں میں اثر کرنا ہے جو کہ اس عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور مقصود اولی قسم ثانی سے ملاء اعلیٰ کی توجہ ہے اور وہ رحمت ہے کہ حظیرۃ القدس سے پیدا ہو کر اس شخص پر نازل ہوتی ہے تاکہ یہ توجہ اور رحمت اُس کی کارسازی کرے۔ واللہ اعلم۔ اختتام الحمد للہ والمنت کہ کتاب ہمعات اُس شرط کیساتھ ختم ہوئی جس کی طرف شروع کلام میں اشارہ کیا گیا تھا۔ علوم وجدانیہ میں فکر اور نقل کی آمیزش نہیں ہوئی سنہ تاریخ اس کی تصنیف کے ماہ جمادی الاخر ۱۱۴۳ ہجری صلعم ہیں اور آخر کلام یہی ہے کہ الحمد للہ رب العلمین

تمت تمام شد

(نور احمد خاں کاتب ساڈی)

تاریخ طبع از سید غلام حسین صاحب متخلص بہ احقر خلف الصدق حکیم سید محمد حسین صاحب مرحوم مغفور ساکن موضع فریدپور ضلع کرنال تلمیذ جناب مولوی عبداللہ شاہ صاحب مداللہ ظلہ العالی

چوں طبع قطرات شد با صد ہزار عزو وقار
سال ہجری تخشک آمد ازپے اعدائے دیں
از غرض اول بدرکن جملگی اعداد ما
باز بیادی دوم ہجری بدستمبر از دگر
احقرم من از تلامیذ شہ عبداللہ شاہ

گفت سالش کمترین بندگانِ کردگار
کن سہ کرر خلد را دعیسوی را بر شمار
تا بیابی سال سمت این سخن را گو شدار
لاکن از اعوام ہندی بھادو اشد آشکار
در نوشتم از برائے آنکہ ماند یادگار

قطعہ تاریخ طبع کتاب قطرات نتیجہ فکر طبع سلیم جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب آشفتہ سلمہ الرب الرحیم

زفیض و برکت شاہ ولایت
مترجم کرد ہمعات فیوضش
شہ عبداللہ نامیش کو
چو شد مطلوب احباب نکوپے
بقلب شوق و ذوق آشفتہ گوید

ولی اللہ کہ با حق عالے بود
عدیم المثل عالم عبد معبود
بود در فاضلاں لاریب معدود
کہ تاریخش بگوید بندہ نابود
بشد دریائے از قطرات موجود
سنہ ۱۳۲۰ھ

صحت نامہ کتاب قطرات ترجمہ لمعات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۱	معرفت آمین میرے	معرفت آمین کہ میرے	۳۳	۱۰	موہیبت	موہبت
۸	۱۰	روسشن	روشش	۳۶	۴	بھی	ہی
۹	۷	حوابین	حوارین	//	۱۰	بہمیہ	بہیمیہ
۱۳	۲	چیم	چشم	۳۷	۴	اُسی	اِسی
//	۱۴	نفس دنیا	نفس اور دنیا	۳۷	۱۳	ملائکہ اور مقربین	ملائکہ مقربین
۱۴	۲۱	کسی قوم	کسی قوم کیطرف	۳۸	۹	خطیرۃ	حظیرۃ
۱۵	۱۷	اور اور احادیث	احادیث	//	۱۰	تطہیر	تطہر
۱۶	۲	و نوافل	نوافل	۳۹	۸	اجرائے	اجزائے
//	۲۰	اور حب	اور حب	//	۱۰	باہمہ	ما ہمہ
۲۱	۱۴	یہ قوت	یہ ہر کہ قوت	//	۱۳	جاتا	جانا
//	۱۹	اوسی کی	اوس کی	۴۱	۲۰	ملائکہ اور	ملائکہ سے اور
۲۲	۲۰	متوہم کرے جیساکہ	متوہم کرے یعنی صورت	۴۲	۱۳	ہیں	میں
		خیال کرنا صورت خلقی	محسوسہ کے مناسب اختراعی شکل	//	//	علیہ	علیم
		اسم اللہ کا یعنی صورت	جسمانی جیساکہ خیال	//	۱۶	معور	مامور
		محسوسہ کے مناسب	کرنا صورت خلقی اسم	۴۳	۱۲	ہوتا ہے	ہوجاتا ہے
		اختراعی شکل جسمانی	اللہ کا	۴۴	۱۴	نوجہ	توجہ
۲۳	۱۶	تعداد	استعداد	۴۵	۱۱	تالم	عالم
۲۶	۲	ہدایہ	بداہتہ	//	۱۷	قایل	قابل
//	۱۴	احتشام	اختتام	//	۱۹	اسیاب	اسباب
//	۱۲	صورتوں کے	صورتوں سے	//	۲۰	منیانی	منتسبانی
۳۱	//	کافیسر کا	کافیہ کو	۴۶	۱	باالاجمال	بالاجمال
۳۴	۹	ہوستے ہیں	ہوجاتے ہیں	//	۲	تسمیہ	نسمیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶	۹	پانی کی اسی قطرہ	پانی کے قطرہ
۴۷	۹	مشفق	متعلق
؍؍	۱۷	دعمق کسی مقدار	دعمق کی کسی مقدار
۵۰	۲	اورسیکے کی	اوسکے
؍؍	۱۲	تسمیہ	نسمہ
؍؍	۱۴	تسمیہ	نسمیہ
۵۱	۱۶	ہے۔ ایک	ہی ایک
۵۲	۱۴	یہی	بھی
؍؍	۱۸	اُسی	اُس
۵۴	۱۴	الیہ	الٰہیہ
۵۶	۲۱	اس	اسی
۵۸	۱۰	ہڈیوں	ہڈیوں
؍؍	۲۱	ارتیاط	ارتباط
۵۹	۱۱	قابل	قایل
۶۱	۱۱	ہوناہے	ہوتاہے
۶۲	۸	تحلی	تجلی
؍؍	۱۱	منظم	منتظم
۶۶	۱۷	نسبت نوراور	نسبت نور
؍؍	۱۹	نوراورسکینہ	نورسکینہ
۷۱	۹	کے سماحت	کہ سماحت
؍؍	۱۶	تقوذرات	تعوذات
؍؍	؍؍	استعداد	استعدادات
۸۳	۱۳	اس مین	انسان مین
۸۴	۱۵	ہوتاہے	ہوناہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵	۸	پر روح اس میں	پر کہ اس میں روح
؍؍	۱۸	ملکیہ	ملکیہ اور
۸۰	۲	رنگ	زنگ
؍؍	۲	ںاسطے	واسطے
؍؍	۱۴	کرسلے ہیں	کرستے ہیں
۸۲	۱	مزم	محرم
۸۳	۳	کے اور	سکے
؍؍	۸	نبوت میں	نبوت
؍؍	۱۰	تسمہ اورلواحق نتمہ	نسمہ اورلواحق نسمہ
۸۴	۲	تنزیات	تنزیہات
۸۵	۲	ہیں کہ	ہیں
؍؍	۸	کیفیت	سبقت
۸۹	۷	اولادعشیرہ	اولادوعشیرہ
۹۲	۱۵	تتمیہ	تمیہ
۹۳	۹	قلب	قلب
؍؍	۱۸	متمعق	متحقق
؍؍	؍؍	جس	حس
۹۴	۲	سکے	سے
۹۹	۱۱	کرتاہے	کرتاہے